

تعویذ پہننا شرک نہیں



کاوش: عبدہ المذنب سید کامران عطاری مدنی غفر اللہ لہ ما یجری منہ و ما مضی

اَفکارِ رضا ریسرچ سینٹر (اہلِ سنّت و جماعت)
AFKAR-E-RAZA RESEARCH CENTER

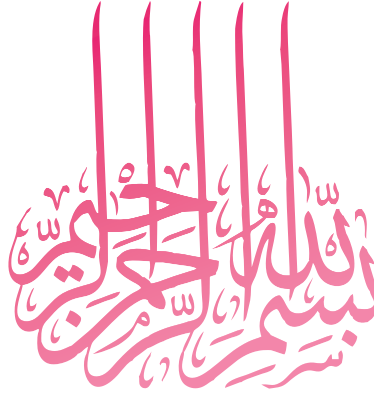


تعویذ پہننا شرک نہیں

کاوش: عبدہ المذنب سید کامران عطاری مدنی

افکارِ رضا ریسرچ سینٹر





جملہ حقوق محفوظ ہیں

رسالے کا نام	تعویذ پہننا شرک نہیں
کاوش	سید کامران عطاری مدنی
صفحات	116
اشاعت	---
مکتبہ	مکتبہ افکارِ رضا
رابطہ	+923155322470

فہرست

پیشِ لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ پاک کا بے پناہ فضل و کرم ہے کہ ہم دین اسلام کے دامن سے وابستہ ہیں۔ دین اسلام کی یہ عظیم خصوصیت ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس میں ایسے کلیات و اصول سموئے ہوئے ہیں جو تا قیامت اپنی جنس کے ہر مسئلہ کا حل پیش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسے دین فطرت کہا گیا ہے جو اخروی نجات کے ساتھ دنیاوی معاملات و معمولات میں بھی کامیابی کا ضامن ہے۔

تعویذات اور دَم کے بارے میں عوام الناس میں بہت سی غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں، خصوصاً بعض افراد، بلکہ گروہوں کی طرف سے دانستہ طور پر یا لاعلمی و جہالت میں اسے شرک سے تعبیر کیا جارہا ہے، حالانکہ یہ چیزیں شروعِ اسلام سے رائج اور اسلافِ امت میں مقبول ہیں۔ لہٰذا ہم نے تعویذات سے متعلق پائی جانے والی بے جا شدت کا رد کیا ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں دیگر امور کی طرح یہاں بھی بعض لوگوں نے اس معاملہ میں سازشی نظریات اور گمراہانہ باتیں پھیلا کر اپنے تئیں اسے غیر شرعی، بلکہ کفریہ عمل بتا دیا ہے۔ حالانکہ جھاڑ پھونک، دم درود کی مشروعیت پر امت کا اجماع ہے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، بلکہ خود نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات گرامی سے لے کر آج تک مسلمان اس سے نفع اٹھاتے آرہے ہیں، مگر کچھ لوگ بعض احادیث و روایات کی مَن چاہی تشریحات کرکے اس معاملہ کو مشکوک کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، چنانچہ ہم نے چاہا کہ مسلمانوں کی اس معاملے میں

درست شرعی رہنمائی کی جائے۔

کیونکہ روحانی و جسمانی مرض کا علاج معالجہ بنیادی انسانی ضرورت ہے؛ بایں طور کہ دکھ، درد، مصیبتوں اور بلاؤں سے ہر ایک کو واسطہ پڑتا ہے۔ چونکہ تعویذات و دم درود بھی علاج و معالجہ کے قبیل سے ہیں۔ اور علاج معالجہ سے متعلق خود نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے متعدد فرامین میں امت کی تربیت فرمائی ہے جنہیں علمائے کرام نے احادیث وسیرتِ نبویہ سے جمع کر کے طبِ نبوی کا نام دیا اور اس پر کئی کتب بھی تحریر فرمائیں۔

اسی عوامی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے دم، تعویذات اور جائز جھاڑ پھونک سے متعلق اہم اور ضروری باتوں کو جمع کرنے کی سعادت ملی ہے جو عام فہم ہونے کے ساتھ امہات کتب کے دلائل و نظریات سے بھی بھرپور ہیں۔ خصوصاً اس مسئلہ میں عوام الناس پر شرک کی تہمت لگانے والوں کو آئینہ دکھایا گیا ہے کہ کس طرح صحابۂ کرام سے بھی دم و تعویذات منقول و ماثور ہیں اور یہ صرف قرآن و حدیث سے ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ ایسے دم بھی صحابۂ کرام کرتے رہے ہیں جو زمانہ جاہلیت سے چلتے آرہے تھے لیکن ان میں خلافِ شرعِ اسلامی بات نہ تھی۔ نیز آج کل ایک مشہور دم "دادا صاحِب کی گھوڑی وُہی اندھیری رات فلاں کا درد فُلاں جگہ کا جائے یہی لگی مِری آس" کے متعلق اعتراضات کے جوابات بھی دیے گئے ہیں۔

اللہ پاک اس کوشش کو امتِ مسلمہ کے لیے نافع اور ہم سب کے لیے ذریعۂ نجات بنائے، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم۔

تعویذ پہننا شرک نہیں

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده وعلى آله وأصحابه الذين اتبعوه إلى يوم الساعة

أما بعد!

اسلام ایک کامل دین ہے جس میں دین و دنیا کے جملہ نظریات و اعمال کی رہنمائی موجود ہے۔ اور یہ رہنمائی محض زبانی کلامی دعووں پر مشتمل نہیں، بلکہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی زندگی کی صورت میں اس کا عملی کردار بھی موجود ہے جہاں دین و دنیا کے اجتماعی رنگوں سے مزین حسین پہلوؤں کا نظارہ کیا جا سکتا ہے، بلکہ آپ کی سیرتِ مبارکہ سے دینی و دنیاوی مسائل میں رہنمائی کا سلسلہ جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔

اگرچہ اسلام میں داخل ہونے والا بعض پابندیوں کا سامنا کرتا ہے مگر اس کا نتیجہ دائمی زندگی کا حصول، امن و سکون، عدل و انصاف اور ہر شخص کے مکمل حقوق کی پاسداری کی ضمانت کی صورت میں ملتا ہے۔ اس کی یہی خصوصیت اسے دیگر تمام ادیانِ باطلہ سے ممتاز کرتی ہے۔ اسلام کی یہ فطری خصوصیات ہی ہیں جن کی بدولت اسے رنگ و نسل، زبان و علاقہ اور ذات و قومیت کا فرق کیے بغیر دنیا کے ہر خطہ میں قبول کیا گیا ہے۔ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی زندگی میں اس بات کا واضح طور پر مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ کیسے آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فطرت و مزاج کا لحاظ کرتے ہوئے کئی اہم فیصلے و احکام صادر فرمائے ہیں۔ کیونکہ اسلام ایک عالمگیر اور فطرت شناس مذہب ہے، بلکہ اللہ پاک نے جو نظامِ کائنات تخلیق فرمایا ہے تو اس میں ایسی عجیب و غریب

حکمتیں، توازن اور ربط پوشیدہ فرمائے ہیں کہ عقلِ انسانی اس تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی۔

اگر ہم غور کریں تو جس طرح اللہ پاک نے اس کائنات میں ہر شے کو ایک نظام کے تحت قائم کیا ہے جس کی بنیاد پر از ابتداء تا انتہاء ایک تسلسل و ربط قائم ہے اور یہ نظام چلتا ہی جا رہا ہے تو ویسے ہی انسانوں کو بھی اس نے ایک نظام سے جوڑ دیا ہے جہاں وہ ایک نظم و نسق اور روابط کے ساتھ اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس کائنات کی ہر شے اور ہر فرد کو اللہ پاک نے اس کے وجود کے ساتھ ایک فطری شناخت و قوت بخشی ہے۔ پانی کو سیلان، آگ کو حرارت و تپش، ہوا کو لطافت اور حرکت، مٹی کو نمو اور برداشت، پہاڑوں کو استقامت، درختوں کو سایہ و ثمر، سورج کو روشنی و حرارت کا منبع، چاند کو سکون و کشش اور ستاروں کو رہنمائی کی صفت عطا فرمائی۔

یہی فطری ترتیب اور حکمتِ الٰہی دین اسلام میں بھی جھلکتی ہے جس میں انسانی عقل، جذبات اور روحانی و جسمانی پہلوؤں کی مکمل رعایت رکھی گئی ہے۔ اسلام نہ صرف روح کی تطہیر سکھاتا ہے، بلکہ جسم و معاشرہ کی صحت و تربیت کا ضامن بھی ہے۔ اور اللہ پاک نے انسان کو جسم و روح، صحت و سلامتی اور عقل و شعور دے کر اسے صرف ظاہری اشیاء کے مشاہدے تک نہ رکھا، بلکہ اسے غور و فکر، تجزیہ و تدبر اور حق و باطل میں تمیز کی صلاحیت دے کر اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز فرمایا۔

انسان اگر چاہے تو اپنی حیثیت و مقام کو پہچان کر، اس نظمِ کائنات میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے اور اگر چاہے تو اس سے انحراف کر کے خود اس گلشن کو بے رنگ بھی کر سکتا ہے۔ کیونکہ عقل و شعور کی بنیاد پر انسان دیگر مخلوقات پر نہ صرف سبقت لے

جاتا ہے، بلکہ ان پر حکومت کرتا ہے۔ اور درست استعمال کے نتیجے میں یہی عقل و شعور سکون واطمینان کا سبب بنتا ہے جبکہ اس کا غلط اور غیر ذمہ دارانہ استعمال انسان کو جانوروں کی صف میں لا کھڑا کر دیتا ہے۔

آئندہ کلام کے تناظر میں، جدید دور میں اس کی عمدہ مثال علمِ نفسیات (Psychology) ہے کہ یہاں ایک انسان عقل و شعور کے استعمال سے ڈپریشن اور ذہنی خلفشار میں مبتلا لوگوں کو، محض ان کے خیالات و رویوں کے تجزیہ سے ایک متوازن و بامقصد زندگی کی طرف لے جاتا ہے۔ اس علم میں عقل و شعور کے ذریعہ الفاظ و سوچ اور اعتقاد کی وہ قوت چھپی ہوتی ہے جس کے ذریعہ پاگل پن والی زندگی گزارنے والے لوگ بھی ایک باوقار، متوازن اور بامقصد انسان بن جاتے ہیں۔ یہ وہ قوت ہے جس کی دینِ اسلام پذیرائی کرتا ہے اور مختلف اسلامی امور میں یہ کارفرما ہے۔

کیونکہ بیماری، کمزوری اور نقصان و تکلیف کا پہنچنا انسانی فطرت میں شامل ہے۔ کوئی بھی شخص اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ علاج و معالجہ، جھاڑ پھونک اور مختلف تجرباتی ٹوٹکے یہ سب ظہور اسلام سے قبل بھی دنیا بھر میں مختلف شکلوں میں رائج تھے۔ جب نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اسلام کی تعلیمات و تشریحات لوگوں کے سامنے رکھیں تو اس میں علاج و معالجہ کے متعلق بھی واضح ہدایات و رہنما باتیں موجود تھیں؛ چونکہ اسلام سے قبل اس میں کئی ممنوعہ امور بھی شامل ہوتے تھے لہٰذا اسلامی تعلیمات نے انہیں غیر ضروری امور سے پاک کر دیا۔

اگرچہ عصرِ حاضر میں علمِ نفسیات کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، لیکن بہت سے

جدت پسند لوگ جھاڑ پھونک اور روحانی علاج کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان دونوں میں کمال مشابہت ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک مغربی لباس میں ہمارے معاشرے کے سامنے آیا ہے جبکہ دوسرا نورِ الٰہی، انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات اور اولیاء عظام کے مجربات سے مربوط ہے۔ لیکن دونوں میں گہری اور بنیادی چیز مشترک ہے کہ دونوں ہی انسانی قلب و ذہن میں اثر کر کے اس کی کیفیت و حالت کو بدل دیتے ہیں۔ اور یہ انکار نہ صرف جدت پسندانہ بلکہ، بعض اسلام کے نام لیوا لوگوں میں بھی ایک ہتھیار کے طور پر عام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جس کے ذریعہ وہ عام مسلمانوں کے عقائد و اعتقادات کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ جھاڑ پھونک سے متعلق بلاشبہ سینکڑوں تصریحات و نصوص اسلامی تعلیمات میں موجود ہیں جن میں اس کی نہ صرف اجازت بلکہ ترغیب دلائی گئی ہے۔ اس کی تفصیل میں جانے سے قبل ان چیزوں کی حیثیت و نوع کے متعلق چند ضروری بنیادی باتیں جاننا ضروری ہے تاکہ آئندہ آنے والی باتیں بخوبی سمجھی جا سکیں۔

جھاڑ پھونک اور تعویذات از قبیلِ علاج و معالجہ

اس بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ جھاڑ پھونک، دم درود اور تعویذات یہ سب امور علاج کے قبیل سے ہیں۔ کیونکہ ان کے ذریعے جسمانی و روحانی امراض کا علاج اور مصائب و آلام کو دور کیا جاتا ہے اور یہ ایک بدیہی چیز ہے، بلکہ ائمہ محدثین وغیرہ نے جھاڑ پھونک و دیگر احادیث کو باقاعدہ کتاب الطب کے باب میں ذکر کیا ہے اور اسے طبِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق جمع کردہ دواوین و کتب مثلِ الطب النبوی از علامہ ابونعیم الاصفہانی وغیرہ میں شامل کیا ہے۔

چنانچہ، علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات: 388ھ) لکھتے ہیں: وأباح استعماله منها هو ما يكون بقوارع القرآن والعوذ التي يقع منها ذكر الله عزوجل وأسماؤه على ألسن الأبرار من الخلق والأخيار الطاهرة نفوسهم، فيكون ذلك سببًا للشفاء بإذن الله، وهو الطب الروحاني، وعلى هذا كان معظم الأمر في الزمان المتقدم الصالح أهله وبه كان يقع الاستشفاء واستدفاع أنواع البلاء، فلما عزَّ وجود هذا الصنف من أبرار الخليقة وأخيار البرية فزع الناس إلى الطِّب الجسماني حين لم يجدوا للطب الروحاني نجوعًا في العلل والأسقام لعدم المعاني التي كان يجمعها الرقاة والمعوذون والمستشفون بالدعوات الصالحة والبركات الموجودة فيهم.

ترجمہ: اور دم کا استعمال جائز ہے، بشرطیکہ وہ قرآن کی آیتوں اور ایسی دعاؤں پر مشتمل ہو جن میں اللہ پاک کا ذکر، اس کے مبارک نام ہوں اور یہ کلمات نیک و پاکیزہ دل والے لوگوں کی زبان سے ادا ہوں۔ پس ایسا دم اللہ کے حکم سے شفاء کا سبب بنتا ہے اور یہی روحانی علاج کہلاتا ہے۔ پہلے کے زمانہ میں جب نیک و صالح لوگ موجود تھے تو شفاء حاصل کرنے اور مصیبتوں سے بچنے کا یہی بڑا طریقہ سمجھا جاتا تھا، لیکن جب سے ایسے نیکوکار اور بہترین گروہ کے لوگ کم پڑ گئے تو لوگوں نے جسمانی علاج کی طرف رخ کر لیا۔ کیونکہ ان کو روحانی علاج کے ذریعہ بیماریوں و تکالیف کا زائل ہونا نظر نہیں آرہا تھا، اس لیے کہ وہ روحانی اثر و اخلاص باقی نہ رہا جو پہلے دم کرنے والوں، تعویذ کرنے والوں اور نیک دعاؤں کے ذریعہ علاج کرنے والوں میں پایا جاتا تھا۔[1]

اسی طرح "بریقہ محمودیہ فی شرح طریقہ محمدیہ" میں علامہ ابو سعید محمد بن

(1) اعلام الحدیث شرح صحیح البخاری، 3/2131

محمد الخادمی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں: قال ابن التین: هذا الرقی هو الطب الروحانی أن علی لسان الأبرار حصل الشفاء فلما عز ذلك فزع الناس إلى الطب الجسمانی انتهی ملخصا.

ترجمہ: ابن التین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ دم دراصل روحانی علاج ہے جو نیک لوگوں کی زبان سے ادا ہو تو اس سے شفاء مل جاتی ہے۔ پھر جب سے نیک لوگ کم ہو گئے تو لوگ جسمانی علاج کی طرف راغب ہو گئے۔[1]

یہ بات یاد رہے کہ یہاں نیک لوگوں کی کمی کے سبب جھاڑ پھونک اور تعویذات سے اعراض کرنے کا معنی یہ نہیں ہے کہ اب یہ ناجائز ہو گیا یا پھر مفید نہ رہا، بلکہ یہ ایک نفس الامر میں عمومی رائج طریقہ کار کے متعلق گفتگو فرمائی گئی ہے کہ عام طور پر اب لوگوں کی ترجیح روحانی علاج کے بجائے جسمانی علاج ہے۔

لہٰذا جب اس کا علاج کے قبیل سے ہونا ثابت ہو گیا ہے تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ روحانی اثرات و تاثیر اور روحانی طریقہ سے علاج ایسا امر ہے جس کا انکار کسی عاقل و باشعور انسان سے متصور نہیں، بلکہ اس کا انکار وہی کرے گا جو اس سے ناواقف و جاہل یا عقل و شعور سے محروم ہو۔ کیونکہ جدید طب بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ جیسے انسان کی نفسیات اور ذہنی کیفیت کا بندے کی صحت پر اثر پڑتا ہے ویسے ہی عقیدہ، اعتبار اور یقین کی بناء پر کسی حقیقی دواء کے بغیر بھی وہ صحت مند ہو جاتا ہے۔ اسے جدید طب کی اصطلاح میں پلیسیبو ایفیکٹ (Placebo Effect) کہتے ہیں۔ لہٰذا اگر موہوم شے پر یقین سے شفاء مل سکتی ہے تو اللہ وحدہ لا شریک کی ذات پر یقین کرکے قرآنی آیات

---

(1) بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ، 1/ 272

واحادیث کے وظائف اور بزرگانِ دین کے مجربات سے شفاء کے حصول میں کیا رکاوٹ ہو سکتی ہے۔

دینِ اسلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے ہر باطل کے مقابلہ میں اپنے ماننے والوں کو حق وسچ اور جائز امور کی راہ دکھائی ہے۔ چنانچہ اسلام نے جادو کے مقابل اپنے ماننے والوں کو روحانی اثرات ووظائف اور جھاڑ پھونک کا جائز عمل عطا کیا ہے جس سے وہ روحانی طریقہ سے علاج وجائز مقاصد حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل قرآن کی تفسیر کی روشنی میں آگے بھی آئے گی۔ اس لیے کسی مسلمان کو اس بات میں ذرہ شک کی گنجائش نہیں رکھنی چاہیے کہ تعویذات نہ صرف جائز، بلکہ کئی صورتوں میں یہ باعثِ ثواب اور نیکی وبھلائی کا سبب ہیں۔

حفظِ ماتقدم کے طور پر علاج کی شرعی حیثیت

جھاڑ پھونک، دم درود اور تعویذات کے باب میں ایک بحث یہ بھی ہوتی ہے کہ کیا مصیبت، بیماری یا پریشانی آنے سے قبل حفظِ ماتقدم کے طور پر ان کا علاج کرنا درست ہے یا نہیں؟ سلف صالحین میں سے بعض علماء کا موقف اگرچہ ''منع'' کا تھا، تاہم جمہور اسلاف اور علمائے امت اس بات کے قائل تھے کہ حفظِ ماتقدم کے طور پر احتیاطی تدابیر اختیار کرنا جائز ہے، اس میں اصلاً کوئی حرج نہیں۔ ہاں، تقوی وپرہیز گاری کے منبع اولیاء واصفیاء کے نزدیک اس کا ترک بہتر ہے۔ لیکن عامۃ الناس کے لیے اس میں بالکل کوئی حرج نہیں۔ اس متعلق تفصیلی کلام سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ذیل میں خلاصۂ کلام ملاحظہ فرمائیں:

''جامع الاحادیث للسیوطی'' میں ہے: لا بأس بتعليق التعويذ من القرآن

قبل نزول البلاء وبعد نزول البلاء. أبو نعيم عن عائشة. الديلمي عن أنس.

ترجمہ: مصیبت آنے سے پہلے یا بعد میں قرآن سے بہر صورت قرآنی تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں۔ (1)

"نخب الأفکار فی تنقیح مبانی الأخبار فی شرح معانی الآثار" میں ہے: فأما العوام فمرخص لهم فی التداوی والمعالجات، ومن صبر علی البلاء وانتظر الفرج من الله بالدعاء کان من جملة الخواص والأولیاء، ومن لم یصبر رخص له فی الرقیة والعلاج والدواء؛ ألا تری أن الصدیق رضی الله عنه لما تصدق بجمیع ماله لم ینکر علیه؛ علما منه بیقینه وصبره، ولما أتاه الرجل بمثل بیضة الحمام من الذهب وقال: لا أملك غیره ضربه به، بحیث لو أجابه عقره، وقال فیه ما قال

ترجمہ: بہر حال عوام کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ دواء و علاج وغیرہ کروائیں۔ اور جو بلاؤں پر صبر کرے اور جو اللہ پاک سے دعا کے ذریعہ آسانی کا انتظار کرے تو یہ اولیاء وخواص سے ہے اور جو صبر نہ کر سکے تو اسے جھاڑ پھونک اور دواء و علاج کی اجازت ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے جب اپنا تمام مال صدقہ کیا تو اس پر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے کوئی نکیر نہیں فرمائی کہ آپ ان کے یقین و صبر کو جانتے تھے، لیکن جب ایک دوسرا شخص آپ کے پاس کبوتر کے انڈے کی مثل ایک چھوٹا سا سونے کا ٹکڑا لے کر آیا اور کہا کہ میں اسی کا مالک ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اسے وہ واپس کر دیا۔ کیونکہ اگر اس کو قبول کیا جاتا تو وہ شخص نقصان اٹھا سکتا تھا، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اس کے بارے میں وہ بات فرمائی جو معروف

44(1) جامع الاحادیث للسیوطی، 15/ 495، المکتبۃ الشاملۃ

ہے۔[1]

چونکہ اس مسئلہ میں مخالفین کی طرف سے بھی کوئی قابلِ قدر اعتراض و اشکال نہیں ہوتا، بلکہ یہ بہر فریق کے مسلمات میں سے ہے تو اس وجہ سے تفصیلی کلام سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔

یہاں قدرے ضروری اور بنیادی امور کی تفصیل و وضاحت پیش کرنے کے بعد اب ہماری یہ کوشش ہے کہ قرآن و احادیث، مفسرین و محدثین اور جمہور ائمہ متبعین کی آراء کو سامنے رکھتے ہوئے اس سے متعلقہ امور کی وضاحت کی جائے۔ تاکہ عقلی و نقلی دلائل سے دونوں گروہوں پر اتمامِ حجت ہو جائے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں تعویذات سے متعلق درج ذیل امور پر گفتگو کی جائے۔

- تعویذات کا لغوی و اصطلاحی معنٰی
- تعویذات و دم میں فرق
- قرآن و تفاسیر سے تعویذات کی مشروعیت
- احادیث و شروحات سے تعویذات کی مشروعیت
- تعویذات کی مشروعیت پر اقوالِ صحابہ و سلف صالحین
- تعویذات لٹکانے کا جواز
- تعویذات پر شرک کے مشہور اعتراض کا عام فہم انداز سے جواب
- مشہور دم "دادا صاحب کی گھوڑی" کا علمی و الزامی جواب

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

---

(1) نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار، 14/189، وزارۃ الاوقاف، قطر

تعویذات کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ

تعویذ عربی زبان کے لفظ "عوذ" سے نکلا ہے جس کے لغوی معنیٰ ہیں: پناہ لینا، کسی کی طرف التجاء کرنا، کسی کی حفاظت میں داخل ہونا۔ اسی مادہ سے تعوذ کا لفظ بھی نکلا ہے، جو اس دعا کو کہا جاتا ہے جو شیطان یا دیگر شرور سے بچاؤ کے لیے پڑھی جاتی ہے، جیسے کہ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔

فقہی اصطلاح میں تعویذ سے مراد وہ چیزیں ہے جو بالخصوص بچوں یا کسی بیمار و متاثرہ شخص پر اس نیت سے لٹکائی جاتی ہیں کہ وہ ہر قسم کی جسمانی، نفسیاتی یا روحانی ضرر و نقصان اور امراض سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے۔

مشہور شافعی فقیہ شیخ جمال الدین عبد الرحیم اسنوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ تعویذ کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں:

وأما التعويذ، هي الحروز التي تعلق على الصبيان وغيرهم للاستعاذة بالله من كل ما يؤذى

ترجمہ: تعویذ سے مراد حفاظت کی وہ چیزیں ہیں جنہیں بچوں وغیرہ پر لٹکایا جاتا ہے تاکہ وہ ہر نقصان دہ چیز سے اللہ کی پناہ میں رہیں۔ (1)

اسی طرح بعض اہلِ علم نے یہ بھی فرمایا:

تعویذ ہر اس دم یا دعا کو کہا جاتا ہے جو کسی خوف، آسیب یا جنون وغیرہ سے بچاؤ کے لیے پڑھی جائے۔

"الموسوعة الفقهية الكويتيه" میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے: التعويذ فی

---

(1) المہمات فی شرح الروضۃ والرافعی، 3/634، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

اللغة: مصدر عوذ، من عاذ يعوذ عوذا: بمعنى التجأ. قال الليث يقال: فلان عوذ لك: أي ملجأ ويقال: عذت بفلان: استعذت به: أي لجأت إليه وهو عياذي: أي ملجئي. والعوذة: ما يعاذ به من الشيء، والعوذة والتعويذة والمعاذة كله بمعنى: الرقية التي يرقى بها الإنسان من فزع أو جنون. والجمع: عوذ وتعاويذ، ومعاذات والتعويذ في الاصطلاح يشمل الرقى والتمائم ونحوها مما هو مشروع أو غير مشروع.

ترجمہ: تعویذ کا لغت میں عوذ سے عاذ یعوذ عوذا کا مصدر ہے جس کا معنی ہے پناہ لینا۔ امام لیث نے کہا: کہا جاتا ہے: "فلان عوذ لك" یعنی فلاں تمہاری پناہ گاہ ہے، اور کہا جاتا ہے: "عذت بفلان" یعنی میں نے فلاں کی پناہ لی۔ یعنی اس کی پناہ میں جگہ طلب کی، اور وہ میرا پناہ دینے والا ہے، یعنی میری پناہ گاہ ہے۔ اور "العوذة" کا مطلب وہ چیز جس کے ذریعہ کسی دوسری چیز سے پناہ میں آیا جائے۔ اور عوذة، تعویذ اور معاذة، ان سب کا معنی وہ دم جن کے ذریعہ خوف اور جنون وغیرہ کا دم کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع عوذ، تعاویذ اور معاذات ہیں۔ تعویذ اصطلاح میں دم (جھاڑ پھونک) اور حفاظت کے لیے استعمال کی جانے والی (مثلاً: دھاگہ، ڈوری، لٹکانے کا تعویذ وغیرہ) چیزوں کو شامل ہے چاہے وہ جائز ہوں یا ناجائز۔[1]

تعویذ اور رقیہ (دم) میں فرق

اسی موسوعہ میں مزید وضاحت موجود ہے: فالرقية أخص من التعويذ، لأن التعويذ يشمل الرقية وغيرها، فكل رقية تعويذ ولا عكس.

ترجمہ: دم یہ تعویذ سے خاص ہے، کیونکہ تعویذ دم وغیرہ کو شامل ہے۔ لہٰذا، ہر

(1) الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، 13/21، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ، کویت

دم تعویذ ہے مگر اس کے بر عکس نہیں (یعنی ہر تعویذ دم نہیں)۔[1]

لیکن جب علمائے کرام اس باب میں عمومی انداز سے کلام کرتے ہیں تو وہاں اکثر یہ ایک دوسرے کے مترادف استعمال ہوتے ہیں، بلکہ تعویذ کی جمیع اقسام کو اسی میں شامل سمجھا جاتا ہے۔

جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ باب الرقی میں وضاحت کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ”وھو بمعنی التعویذ“

ترجمہ: یعنی رقی (دم) بھی تعویذ کے معنٰی میں ہے۔[2]

اسی مفہوم کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا: والرقی بضم الراء وفتح القاف جمع رقیۃ، وھی العوذۃ التی یرقی بھا صاحب الآفۃ کالحمی والصرع وغیر ذلک.

ترجمہ: رُقٰی یہ رقیۃ کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ تعویذات ہیں جن کے ذریعہ مصیبت میں مبتلا شخص پر دم کیا جاتا ہے، جیسے: زہریلے جانور کے کاٹے اور مرگی وغیرہ کے مریض۔[3]

اسی طرح علامہ سعید رمضان بوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مشروعیۃ الرّقیۃ وفضلھا: وھی التعویذۃ.

ترجمہ: دم کا جواز وفضیلت اور اس سے مراد تعویذ ہے۔[4]

”لسان العرب“ میں ہے: قال ابن الأثیر: الرقیۃ العوذۃ التی یرقی بھا صاحب

---

(1) الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ 13/22، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ، کویت

(2) فتح الباری لابن حجر، 10/195، المکتبۃ السلفیہ، مصر

(3) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، 7/2860، دار الفکر، بیروت

(4) فقہ السیرۃ النبویۃ مع موجز لتاریخ الخلافۃ الراشدۃ، ص: 340، دار الفکر، دمشق

الآفة کالحمی والصرع وغیر ذلك من الآفات، وقد جاء فی بعض الأحادیث جوازها وفی بعضها النهی عنها.

ترجمہ: امام ابن الاثیر نے فرمایا: رقیہ سے مراد وہ جھاڑ پھونک ہیں جن کے ذریعہ مصیبت میں مبتلا شخص جیسے: زہریلے جانور کے کاٹے اور مرگی وغیرہ آفات پر دم کیا جاتا ہے۔ بعض احادیث میں اس کا جواز اور بعض میں ممانعت آئی ہے۔[1]

مزید یہ کہ جب علمائے کرام اس باب میں گفتگو کرتے ہیں تو وہ تینوں کو ایک ساتھ ہی ثابت کرتے ہیں۔ ہاں، تعویذات لٹکانے میں بعض علماء نے الگ سے کلام کیا ہے، لیکن بعض دوسرے علماء نے اس کا سختی سے رد کیا ہے کہ جب پڑھنے سے شفاء مل سکتی ہے تو محض لٹکانے میں کیا قباحت ہے، جبکہ اس کا ثبوت قرآن و احادیث اور آثار سلف صالحین میں واضح طور پر موجود ہے۔ جس کی تفصیل آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

(1) لسان العرب، 14/ 332، دار صادر، بیروت

قرآن وتفاسیر سے تعویذ کی مشروعیت وجواز

تفصیل میں جانے سے قبل یہ بات دوبارہ ذہن نشین فرمالیں کہ عمومی طور پر جہاں بھی جھاڑ پھونک، دم درود اور تعویذات کے متعلق کلام ہے تو وہ جنسِ تعویذ کی تمام انواع بشمول، جھاڑ پھونک، دم درود اور تعویذات وغیرہ سب کو شامل ہے۔ کیونکہ ماقبل کتب کے حوالے سے یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ علمائے کرام عمومی مفاہیم وتوجیحات اور جواز کے کلام میں سب کو لے کر کلام کرتے ہیں اگرچہ وہاں فقط "رقیۃ" کے مصدر سے کلام ہو۔

مزید بر آں، ماقبل کی تقریر سے بھی یہ بات واضح ہو چکی ہے اور مزید بھی اس پر کلام آئے گا کہ محض دم کرنے، تعویذ لٹکانے یا جھاڑ پھونک میں بنفسہ کوئی شرعی قباحت نہیں ہے بشرطیکہ اس دم تعویذ میں خلاف شرع کوئی کلام یا تحریر نہ ہو، بلکہ یہ سب علاج کی قسم سے ہیں۔ لہٰذا ایک کا ثبوت سب کے جواز کو مستلزم ہے۔

دم درود اور تعویذ وغیرہ پر قرآن وتفاسیر سے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی آیت

قرآن پاک میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ۚ﴾ ترجمہ کنز الایمان: میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو اُن کی آنکھیں کُھل جائیں گی (1)

اس آیت کے مطابق حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹنے کا سبب حضرت یوسف علیہ السلام کا وہ کُرتا بنا جو انہوں نے اپنے والد کو بھجوایا تھا۔ اس کو کئی مفسرین

(1) پارہ 13، سورۃ یوسف، آیت نمبر: 93

نے ''تعویذ'' قرار دیا ہے، بلکہ یہاں تک کہا کہ یہ وہ کُرتا تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسل در نسل بطور تعویذ منتقل ہوتا رہا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے چاندی کے غلاف میں محفوظ کر کے اپنے گلے میں تعویذ کے طور پر پہنا ہوا تھا۔

جیسا کہ تفسیر کشاف، تفسیر رازی، تفسیر بیضاوی، فتح القدیر اور روح البیان وغیرہ میں ہے: وهو القميص المتوارث كما روى عن انس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اما قوله اذهبوا بقميصى هذا فان نمرود الجبار لما القى ابراهيم فى النار نزل الله جبريل بقميص من الجنة وطنفسة من الجنة فالبسه القميص وأقعده على الطنفسة وقعد معه يحدثه فكسا ابراهيم ذلك القميص إسحاق وكساه إسحاق يعقوب وكساه يعقوب يوسف فجعله فى قصبة من فضة وعلقها اى للحفظ من العين وغيرها وفى التبيان مخافة من اخوته عليه فالقى فى الجب والقميص فى عنقه وكان فيه ريح الجنة لايقع على مبتلى او سقيم الا صح وعوفى.

ترجمہ: یہ وہی موروثی قمیص تھی جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: قرآن کا فرمان (میرا یہ کرتا لے جاؤ) نمرود ظالم نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو اللہ پاک نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جنت کی قمیص اور ایک قالین دے کر بھیجا جو آپ نے انہیں پہنا دیا اور انہیں قالین پر بٹھا کر ان سے باتیں کرتے رہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس قمیص کو حضرت اسحاق علیہ السلام کو پہنایا اور انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنایا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس قمیص کو حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنایا تو انہوں نے اسے چاندی کی ایک نلکی میں تعویذ بنا کر گلے میں لٹکا لیا یعنی نظر بد وغیرہ سے حفاظت

کے لیے پہن لیا۔ اور تبیان میں ہے: یہ احتیاط اس وجہ سے تھی کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے ان کی حفاظت ہو، چنانچہ جب انہیں کنویں میں ڈالا گیا تو قمیص ان کے گلے میں موجود تھی۔ اس قمیص میں جنت کی خوشبو تھی جب وہ کسی مصیبت زدہ یا بیمار پر ڈالی جاتی تو وہ صحت یاب ہو جاتا تھا۔[1]

"کشاف" کے الفاظ یہ ہیں: قيل هو القميص المتوارث الذی کان فی تعويذ يوسف وكان من الجنة، أمره جبريل عليه السلام أن يرسله إليه فإن فيه ريح الجنة، لا يقع على مبتلى ولا سقيم إلا عوفى.

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ یہ نسل در نسل منتقل ہونے والی وہ قمیص تھی جو حضرت یوسف علیہ السلام نے بطور تعویذ پہنی ہوئی تھی اور یہ جنت سے آئی ہوئی تھی، حضرت جبرائیل علیہ السلام کو یہ قمیص ان تک پہنچانے کا حکم دیا گیا تھا، کیونکہ اس میں جنت کی خوشبو تھی، یہ قمیص جب کسی مصیبت زدہ یا بیمار پر ڈالی جاتی تو اس کو شفا مل جاتی تھی۔[2]

"تفسیر بغوی" میں ہے: فلما ألقى فى البئر عريانا جاءه جبريل عليه السلام وعلى يوسف ذلك التعويذ.

ترجمہ: جب حضرت یوسف علیہ السلام کو برہنہ کنویں میں ڈالا گیا تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس وہ تعویذ موجود تھا۔[3]

لہٰذا اس سے واضح ہوتا ہے کہ دم درود اور تعویذ سے روحانی، بلکہ جسمانی امراض سے علاج کا جواز نہ صرف قرآن و تفاسیر سے ثابت ہے بلکہ اس پر انبیائے

---

(1) روح البیان، 4/314، دار الفکر، بیروت
(2) تفسیر الکشاف، 2/503، دار الکتاب العربی، بیروت
(3) تفسیر البغوی، 4/275، دار طیبۃ

کرام علیہم السلام کا طریقہ بھی شاہد ہے۔

دوسری آیت:

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَۙ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔(1)

اس آیت کے تحت مفسرین کرام نے واضح طور پر جھاڑ پھونک اور تعویذات کے جواز کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ جس طرح قرآن سے دل کے زنگ، کفر کی تاریکیاں اور گمراہی کے بادل چھٹتے ہیں تو اس طرح روحانی و جسمانی امراض و مسائل سے بھی شفا ملتی ہے۔

جیسا کہ "تفسیر الثعالبی" میں ہے: وقوله سبحانه: ﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ﴾ الآية: أي شفاء بحسب إزالته للريب، وكشفه غطاء القلب، وشفاء أيضا من الأمراض بالرقى والتعويذ ونحوه.

ترجمہ: اللہ پاک کا فرمان: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو شفا ہے۔ یعنی شک کو زائل کرنے اور دل سے غفلت کے پردے ہٹانے میں شفا ہے، یونہی دموں اور تعویذات وغیرہ کے ذریعہ امراض کو دور کرنے کے اعتبار سے بھی شفاء ہے۔(2)

اسی طرح "تفسیر ابن عطیہ" میں ہے: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ شيئا شيئا ما فيه كله شِفاءٌ، واستعارته الشفاء للقرآن هو بحسب إزالته للريب وكشفه غطاء القلب لفهم

(1) پارہ 15، سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر: 82

(2) تفسیر الثعالبی، 3/494، دار احیاء التراث العربی، بیروت

المعجزات والأمور الدالة على الله تعالى المقررة لشرعه، ويحتمل أن يراد ب «الشفاء» نفعه من الأمراض بالرقى والتعويذ ونحوه.

ترجمہ: اور ہم قرآن میں جو کچھ تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں وہ سب مکمل شفا ہے اور قرآن کے لیے شفاء کا استعارہ اس اعتبار سے ہے کہ یہ شک کو دور کرتا ہے اور دل سے غفلت کے پردوں کو ہٹاتا ہے تاکہ معجزات اور اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرنے والے امور کو سمجھا جاسکے جو شرع مطہر کو ثابت کرتے ہیں، اور یہ بھی احتمال ہے کہ شفاء سے دم اور تعویذات وغیرہ کے ذریعہ امراض سے چھٹکارا مراد ہو۔ (1)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وننزل من القرآن شيئا شفاء، ما فيه كله شفاء. الثانية- اختلف العلماء في كونه شفاء على قولين: أحدهما: أنه شفاء للقلوب بزوال الجهل عنها وإزالة الريب، ولكشف غطاء القلب من مرض الجهل لفهم المعجزات والأمور الدالة على الله تعالى. الثاني: شفاء من الأمراض الظاهرة بالرقى والتعوذ ونحوه.

ترجمہ: اور ہم قرآن میں جو کچھ نازل کرتے ہیں وہ سب مکمل شفا ہے۔ علماء نے اس کے شفا ہونے میں دو قول کیے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ دلوں سے جہالت کو دور اور شک کو زائل کرنے میں دلوں کے لیے شفا ہے کہ معجزات اور اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرنے والے امور کو سمجھا جاسکے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ امراضِ ظاہرہ سے تعویذات اور دموں کے ذریعہ شفاء ہونے کے معنیٰ میں ہے۔ (2)

تعویذات لکھنے اور لٹکانے کے متعلق "الزيادة والإحسان في علوم القرآن" میں

(1) تفسیر ابن عطیۃ، 3/480، دار الکتب العلمیہ، بیروت

(2) تفسیر القرطبی = الجامع لاحکام القران، 10/316، دار الکتب المصریہ، قاہرہ

ہے:قال حجة الإسلام: من قرأ سورة الحشر أمن بقراءتها في الدين والدنيا، وذكر بعض العارفين: أن آخر سورة الحشر دواء وشفاء من كل داء إلا السام۔ والسام الموت.قال العارف اليافعي۔ رحمه الله تعالى۔: ورأيت بعض العارفين يرقي بها من كل داء، ويكتب.

ترجمہ: حجۃ الاسلام نے فرمایا: جس نے سورہ حشر پڑھی تو وہ اس کے سبب دین و دنیا میں امن میں رہے گا۔ اور کسی عارف نے ذکر کیا کہ سورہ حشر کا آخر موت کے سوا ہر بیماری کی دوا اور شفا ہے۔ امام عارف یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے بعض عارفین کو دیکھا کہ وہ ہر بیماری میں اس کے ذریعہ دم کرتے تھے اور اسے لکھتے تھے۔[1]

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت "عجائب القران مع غرائب القرآن" میں لکھتے ہیں: تعویذات اور عملیات جس میں کوئی لفظ کفر و شرک کا نہ ہو جائز ہیں۔ اسی طرح گنڈے بنانا اور ان پر گرہیں لگا کر آیات قرآن اور اسماء الٰہیہ پڑھ کر پھونک مارنا بھی جائز ہے۔ جمہور صحابہ اور تابعین اسی پر ہیں، اور حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ جب حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ان دونوں سورتوں کو پڑھ کر اس پر دم فرماتے تھے۔[2]

تیسری آیت:

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ(۱۰۳)﴾

(1) الزیادۃ والاحسان فی علوم القران، 2/405، مرکز البحوث والدراسات، امارات
(2) عجائب القران مع غرائب القرآن، ص231

ترجمہ کنز الایمان: اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے کسی طرح انہیں علم ہوتا۔[1]

اس آیت کے تحت پرہیز گاروں کو ثواب ملنے سے، قرآن و حدیث اوران بزرگوں کے آثار ونیک کلمات میں شفاو سکون کا ہونا بھی ہے۔

چنانچہ اس آیت کے تحت "نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور" میں ہے: ھذہ المثوبۃ عامۃ لما یحصل فی الدنیا والأخری من الخیرات التی منھا ما یعطیہ اللہ لصالحی عبادہ من التصرف بأسماء اللہ الحسنی علی حسب ما تعطیہ مفھوماتھا من المنافع، ومن ذلك واردات الآثار ککون الفاتحۃ شفاء وآیۃ الکرسی حرز من الشیطان ونحو ذلك من منافع القرآن والأذکار والتبرك بآثار الصالحین ونحوہ. وفیہ بشری لھذہ الأمۃ بما فی کیانھا من قبول ھذا العلم الذی ھو علم الأسماء ومنافع القرآن یکون لھم عوضاً من علم السیمیا الذی ھو باب من السحر،ولما جعل سبحانہ من المضرۃ فی السحر ونحوہ کان من المثوبۃ لمن آمن واتقی من ھذہ الأمۃ سورۃ الفلق والناس والمعوذتان حرزاً وإبطالاً وتلقفاً لما یأفك سحر الساحرات عوضاً دائماً باقیاً لھذہ الأمۃ من عصا موسی، فھما عصا ھذہ الأمۃ التی تلقف ما یأفك سحر الساحرات عوضاً دائماً بما فیھما من التعویذ الجامع للعوذۃ من شر الفلق الذی من لمحۃ منہ کان السحر مفرقاً، فھما عوذتان من وراء ما وراء السحر ونحوہ.

ترجمہ: یہ ثواب دنیا اور آخرت میں حاصل ہونے والی ہر قسم کی بھلائیوں پر عام

(1) پارہ 01،سورۃ البقرۃ، آیت: 103

ہے، جن میں سے ایک وہ خاص عطیہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو اپنے اسمائے حسنیٰ کے تصرف (یعنی تاثیر اور استعمال) کے ذریعے عطا فرماتا ہے، جیسا کہ ان اسماء کے مفاہیم میں منافع پوشیدہ ہیں۔ اسی میں وہ اثرات بھی شامل ہیں جو آثارِ صالحین اور قرآن و اذکار سے حاصل ہوتے ہیں، جیسے: سورہ فاتحہ سے شفا کا حصول، آیت الکرسی کا شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہونا، اسی طرح قرآن، اذکار اور صالحین کے آثار سے برکت حاصل کرنا وغیرہ۔ اس میں اس امت کے لیے خوشخبری ہے کہ ان کے اندر اس علم کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے جو علم الاسماء کہلاتا ہے۔ یہ ان کے لیے اس علمِ سیمیا (جو جادو کی ایک قسم ہے) کا پاکیزہ اور جائز بدل ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے جادو وغیرہ میں نقصان کو رکھا، تو اس امت میں جو ایمان لائے اور تقوی اختیار کیا، ان کے لیے سورہ فلق اور ناس کو جادو سے حفاظت، اس کے اثر کو زائل کرنے اور جادوگروں کے جادو کو باطل کرنے کا ذریعہ بنا دیا۔ اور یہ امت کے لیے ہمیشہ رہنے والا بدل ہے۔ جیسے حضرت موسٰی علیہ السلام کے لیے عصا تھا جو جادو کو نگل جاتا تھا، اسی طرح سورۂ فلق و ناس اس امت کا عصا ہیں جو جادوگروں کے جادو کو نگل لیتے ہیں۔ کیونکہ ان دونوں سورتوں میں ایسی جامع تعویذ موجود ہے جو شر فلق یعنی ہر اندھیرے، چھپے اور خفیہ شر سے پناہ دیتی ہے۔ تو یہ دونوں سورتیں جادو اور اس سے بھی آگے کے شر سے بچاؤ کے لیے ایسی پناہ گاہ ہیں جو امت کو دی گئی ہیں۔ (1)

چند دیگر تفاسیر سے ثبوت وجواز پر تائیدات

اس موضوع پر تقریباً ہر تفسیر کی کتاب میں کچھ نہ کچھ کلام موجود ہے۔ تاہم

(1) نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، 2/84

یہاں چند کتب سے کلام ملاحظہ فرمائیں۔

"تفسیر روح البیان" میں ہے: قال المطرزی فی المغرب انما تکرہ الرقیۃ إذا کانت بغیر لسان العرب ولا یدری ما ھو ولعلہ یدخل فیہ سحرا وکفرا واما ما کان من القرآن وشئ من الدعوات فلا بأس بہ واما تعلیق التعویذ وھو الدعاء المجرب او الآیۃ المجربۃ او بعض اسماء اللہ لدفع البلاء فلا بأس بہ ولکن ینزعہ عند الخلاء والقربان الی النساء کذا فی التتارخانیۃ وعند البعض یجوز عدم النزع إذا کان مستورا بشئ والاولی النزع. وکان علیہ السلام یعوذ الحسن والحسین رضی اللہ عنھما فیقول: "أعیذکما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ فعوذوا بھا أولادکم فان ابراھیم کان یعوذ بھا إسماعیل وإسحاق." رواہ البخاری فی صحیحہ.

ترجمہ: امام مطرزی نے المغرب میں لکھا کہ دم اسی صورت میں مکروہ ہے جبکہ وہ عربی کے علاوہ کسی زبان میں ہو اور اس کا معنی معلوم نہ ہو، شاید کہ اس میں جادو یا کفریہ بات شامل ہو البتہ جو دم قرآن یا دعاؤں سے کیا جائے تو اس میں حرج نہیں۔ جہاں تک تعویذ لٹکانے کا معاملہ ہے تو اگر یہ مصیبت دور کرنے کے ارادہ سے کسی آزمودہ دعا یا مجرب آیت یا اسمائے باری پر مشتمل ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، لیکن اسے بیت الخلاء اور عورتوں سے قربت کے وقت اتار دیا جائے۔ ایسا ہی تتارخانیہ میں ہے۔ بعض علماء کے نزدیک نہ اتارنا بھی جائز ہے جبکہ وہ کسی چیز سے چھپا ہو۔ تاہم اتارنا بہتر ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی امام حسن و حسین کو دم فرمایا کرتے تھے اور یہ پڑھتے تھے: أعیذکما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن

کل عین لامة (اور فرماتے تھے:) اس سے اپنے بچوں کو دم کرو کیونکہ ابراہیم علیہ السلام اس سے حضرت اسماعیل و اسحٰق علیہ السلام پر دم کیا کرتے تھے۔ اسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔[1]

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب "تفسیر کبیر" میں لکھتے ہیں: ومنهم من جوزه، سئل الباقر (رضی اللہ عنہ) عن التعويذ يعلق على الصبيان فرخص فيه.

ترجمہ: تعویذ کو جائز قرار دینے والے علماء میں سے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانے کا پوچھا گیا تو آپ نے اس کی اجازت دی۔[2]

"تفسير القرآن من الجامع لابن وهب" میں ہے: عن سعيد بن جبير أنه كان يكتب التعويذ لهم.

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ آپ لوگوں کے لیے تعویذ لکھا کرتے تھے۔[3]

مذکورہ کلام کی تائید میں دیگر تفاسیر میں بھی اقوال و آثار، تائیدات اور کثیر کلام موجود ہے۔

---

(1) روح البیان، 4/295
(2) تفسیر الرازی = مفاتیح الغیب او التفسیر الکبیر، 32/370
(3) تفسیر القران من الجامع لابن وہب، 3/38

احادیث و شروحات سے تعویذات کی مشروعیت

جھاڑ پھونک اور تعویذات کے متعلق قرآن و احادیث اور اسلامی لٹریچر میں اس قدر کلام اور تائیدات و آثار موجود ہیں کہ کئی علماء نے اس کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے جس کی تصریحات آگے آئیں گی۔ لیکن اس تعلق سے یہاں ذیل میں احادیث سے کلام ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر واضح طور پر اس کے جواز و اباحت میں متعدد احادیث وارد ہیں۔

احادیث کی تفصیل میں جانے سے پہلے چند ضروری اور تطبیقی باتیں جان لیں کہ ظہور اسلام سے قبل بھی جھاڑ پھونک اور تعویذات رائج تھے جن میں اغلب طور پر شرکیہ اور کفریہ کلمات شامل ہوتے تھے۔ کیونکہ کفار مکہ عموماً بت پرست اور مشرک تھے تو اپنے انہی معبودانِ باطلہ سے ان کو معبود جانتے ہوئے مدد مانگتے تھے۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو نبی علیہ السلام نے ان چیزوں کے شرک پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ان کی عمومی ممانعت فرمادی اور فرمایا:

دم کرنا، تعویذ لٹکانا اور محبت کا جادو شرک ہے۔(1)

چونکہ بہت سارے صحابہ کرام بھی اسلام سے قبل جھاڑ پھونک اور تعویذات کا کام کرتے تھے تو انہوں نے اس عمل سے کنارہ اختیار کر لیا۔

لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد حضور نبیِ کریم علیہ السلام نے مخصوص بیماریوں کے دم، مثلاً: نظرِ بد، زہریلے جانور کے کاٹنے اور جلد کی بیماری کے دم میں اجازت دے دی۔ اور ظاہر یہی ہے کہ یہ اجازت اس وجہ سے تھی کہ ان بیماریوں کے دم ایسے

---

(1) سنن ابی داؤد، 4/13، حدیث:3883

تھے جن میں شرک کا شائبہ نہیں تھا۔

بلکہ بعض صحابہ کرام نے نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں آکر تعویذات سے متعلق عرضی پیش کی تو نبی علیہ السلام نے انہیں زمانہ جاہلیت والے تعویذات کو اپنی بارگاہ میں پیش کروا کر تفتیش کروانے کا حکم صادر فرمادیا کہ کہیں ان میں شرکیہ و کفریہ جملے نہ ہوں۔ پھر جب نبی علیہ السلام نے ان تعویذات کو ملاحظہ فرمایا تو آپ نے دیکھا کہ اس میں دو طرح کے تعویذات ہیں:

بعض تعویذات وہ تھے جن میں شرکیہ کلمات اور مباح کلمات دونوں شامل تھے تو نبی علیہ السلام نے اس میں سے شرکیہ کلمات کو ختم کر کے باقی سے دم کرنے کی اجازت عطا فرمادی۔ بعض دوسرے تعویذات صرف جائز و مباح کلمات پر مشتمل تھے تو ان کے متعلق نبی علیہ السلام نے عمومی جواز کا حکم ارشاد فرمادیا کہ تم میں سے جس سے ہو سکے وہ اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچائے۔ پھر اس کے بعد نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جھاڑ پھونک اور تعویذات کے متعلق ایک عمومی اصول و قاعدہ ارشاد فرمادیا کہ:

ہر وہ دم و تعویذ جائز ہے جس میں شرک نہ ہو۔"(1)

اس اصول میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سوائے شرکیہ کلمات کے ہر طرح کے دم و تعویذ کا جواز ارشاد فرمادیا ہے۔ اس میں قرآن و احادیث سے ہونے کی کوئی شرط یا لزوم نہیں بیان کیا اور نہ ہی جواز کو اس سے مشروط کیا، بلکہ جواز کو صرف شرک نہ ہونے سے مشروط کیا ہے۔ لہٰذا اس سے جھاڑ پھونک اور تعویذات و دم کا عمومی جواز مل گیا کہ دم و تعویذات چاہے قرآن و احادیث سے ہو یا اقوالِ سلف

(1) صحیح مسلم، ص931، حدیث:5732

صالحین سے ہو یا زمانہ جاہلیت کے کلام سے ہو بہر حال جائز ہے اس میں کسی قسم کی کوئی بھی ممانعت نہیں ہے۔ ہاں! افضل یہ ہے کہ جس چیز کے متعلق قرآن و حدیث میں دم و تعویذات وارد ہوئے ہیں تو ان سے برکت حاصل کی جائے۔ تاہم خود نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے بھی زمانہ جاہلیت کے دم کو کرنے کا جواز و حکم منقول ہے اور یہ نہ صرف آپ بلکہ آپ کے اصحاب سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت کے دموں سے مریضوں کا علاج کیا ہے۔ کئی مرتبہ خود نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس کا حکم ارشاد فرمایا ہے، جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

پھر دموں کی اجازت کے بعد خود نبی علیہ السلام بھی دم فرمایا کرتے تھے، اور آپ کا دم عمومی طور پر قرآنی آیات سے ہوتا تھا، مگر آپ نے کبھی قرآن سے علاوہ دم کی ممانعت نہیں فرمائی، بلکہ اس کو جائز رکھ کر اس کی ترغیب دلائی کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو نفع پہنچاؤ۔

زمانۂ جاہلیت میں نظر بد کے علاج کا ایک طریقہ یہ رائج تھا کہ جب کسی کو نظر لگتی تو وہ غور و فکر اور مشاہدہ کے بعد دیکھتے کہ اس کو کس بندہ کی نظر لگی اور جب معلوم پڑتا تو وہ اس بندے کے پاس جا کر اس کو غسل کرواتے کہ اس سے غسل سے نظرِ بد والا بندہ صحت مند ہو جائے گا تو جب نبی علیہ السلام کے سامنے یہ صورتحال آئی تو آپ نے اس کی بھی نہ صرف اجازت دی، بلکہ حکم دیا کہ جس بندہ پر شبہ ہو کہ اس کی نظر لگی ہے تو وہ نظر لگنے والوں کی طرف سے غسل کرنے کا کہنے پر انکار نہ کرے، بلکہ ان کا کہنا مان کر غسل کر لے۔ حالانکہ نظر بد کے دم کا علاج قرآنی آیات و سورتوں میں موجود ہے، اس کے باجود آپ نے اس طریقۂ علاج کی بھی اجازت فرمائی۔

اس ساری تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے آپ پر واضح ہو گیا ہے کہ دم اور تعویذات اپنی ذات میں کوئی ممانعت وعدم جواز کا حکم نہیں رکھتے، بلکہ یہ جائز ہیں۔ ہاں! اگر کسی دم یا تعویذ میں شرک کے الفاظ ہوں تو وہ شرک ہے۔

اب احادیثِ مبارکہ ملاحظہ کیجیے:

چنانچہ، سنن ابی داو، سنن ابن ماجہ، معجم کبیر للطبرانی اور مسند احمد وغیرہ کثیر کتابوں میں شرک والے دموں کی ممانعت کے متعلق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: ان الرقى، والتمائم، والتولة، شرك"

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: دم کرنا، تعویذ لٹکانا اور محبت کا جادو شرک ہے۔[1]

بعض دموں کی اجازت کے متعلق صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد اور مصنف "ابن ابی شیبہ" وغیرہ کتب احادیث میں ہے: حدثنا عبد الرحمن بن الأسود، عن أبيه قال: سألت عائشة عن الرقية من الحمة، فقالت: رخص النبي صلى الله عليه وسلم في الرقية من كل ذي حمة.

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن الاسود رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زہریلے جانور کے کاٹے کے دم کے متعلق سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ہر زہریلے جانور کے کاٹے کے دم میں اجازت عطا فرمائی ہے۔[2]

(1) مسند احمد، 6/110 ط الرسالۃ
(2) صحیح البخاری، 5/2167

تشریح

مذکورہ بالا دونوں احادیث کی شرح میں امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات: 449ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کی دموں کو شرک کہنے والی روایت اوائل کی ہے جس کے مطابق ابتداءِ اسلام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دموں سے منع فرماتے تھے۔ کیونکہ وہ زمانہ جاہلیت کے شرکیہ کلام پر مشتمل دم تھے، لیکن جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے بعض دموں کی اجازت دے دی۔

چنانچہ آپ لکھتے ہیں: أن النبی صلى الله عليه وسلم رخص فی الرقية من كل ذی حمة. هذا الحديث يبين ما روی عن علی وابن مسعود أنهما قالا: الرقی والتمائم والتوله شرك. أن المراد بذلك رقی الجاهلية ومايضاهی السحر من الرقی المكروهة، روی ابن وهب عن يونس بن يزيد، عن ابن شهاب قال: بلغنی عن رجال من أهل العلم أنهم كانوا يقولون إن رسول الله نهی عن الرقی حتی قدم المدينة، وكان الرقی فی ذلك الزمان فيها كثير من كلام الشرك، فلما قدم المدينة لدغ رجل من أصحابه، قالوا: يا رسول الله قد كان آل حزم يرقون من الحمة، فلما نهيت عن الرقی تركوها، فقال رسول الله عليه السلام ادعوا إلی عمارة ــ وكان قد شهد بدرا ــ فقال: اعرض علی رقيتك. فعرضها عليه فلم يربها بأسا، وأذن له فيها.

ترجمہ: حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زہریلے جانور کے کاٹے کے لیے دم کی اجازت دی ہے۔ جبکہ جو حدیث حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: دم کرنا، تعویذ لٹکانا اور محبت کا جادو شرک ہے۔ تو یہاں مراد وہ جھاڑ پھونک ہیں جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھے یا وہ جو جادو سے مشابہ ہوں اور جو

شرکیہ کلمات پر مشتمل ہوں، یعنی اس طرح کے جھاڑ پھونک ممنوع و مکروہ ہیں۔ ابن وہب نے یونس بن یزید سے روایت کی کہ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں: مجھے کئی اہلِ علم لوگوں سے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ پہلے دم سے منع فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ مدینہ تشریف لے آئے اور اس وقت دموں میں شرکیہ کلام ہوتا تھا۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ کے اصحاب میں سے ایک کو کسی زہریلے جانور نے کاٹ دیا۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! آل حزم کے کچھ لوگ زہریلے جانور کے کاٹے کا دم کرتے تھے لیکن جب سے آپ نے دموں سے منع کیا تو انہوں نے اسے ترک کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: عمارہ کو میرے پاس بلاؤ، یہ غزوہ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے۔ پھر آپ نے عمارہ سے فرمایا: مجھے اپنا دم سناؤ، انہوں نے سنایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اس میں کوئی خرابی نہیں دیکھی تو اس کی اجازت عطا فرما دی۔(1)

حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے زمانہ جاہلیت کے دموں کا جواز

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے صحابہ کرام سے دموں کو اپنی بارگاہ میں پیش کرنے کا حکم فرمایا۔ لہٰذا جو دم شرکیہ یا ممنوع کلام پر مشتمل تھے تو ان میں سے شرکیہ و ممنوع الفاظ کو حذف کر دیا اور جو جائز و مباح دم تھے تو ان سب دموں کی اجازت عطا فرمادی۔

چنانچہ "صحیح مسلم شریف" میں ہے: عن عوف بن مالك الأشجعي قال: كنا نرقي في الجاهلية، فقلنا: يا رسول الله، كيف ترى في ذلك؟ فقال: اعرضوا علی رقاکم، لا

(1) شرح صحیح البخاری لابن بطال، 9/431

بأس بالرقی ما لم یکن فیه شرك.

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے دموں کو میرے سامنے پیش کرو۔ دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں شرک نہ ہو۔[1]

اسی طرح "ترمذی شریف" اور "مسند احمد" وغیرہ کتب احادیث میں ہے: عن عمیر، مولی ابی اللحم قال: شهدت خیبر مع سادتی، فکلموا فی رسول الله صلی الله علیه وسلم، وکلموه أنی مملوك، قال: فأمربی، فقلدت السیف، فإذا أنا أجره، فأمرلی بشیء من خرثی المتاع، وعرضت علیه رقیة کنت أرقی بها المجانین، فأمرنی بطرح بعضها، وحبس بعضها وفی الباب عن ابن عباس وهذا حدیث حسن صحیح.

ترجمہ: ابو لحم کے غلام حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں خیبر میں اپنے آقاؤں کے ساتھ حاضر ہوا تو انہوں نے میرے بارے میں حضور علیہ السلام سے بات کی، اور بتایا کہ میں ان کا غلام ہوں، نبی علیہ السلام نے میرے بارے میں بھی حکم دیا تو مجھے بھی تلوار دے دی گئی۔ پس میں اسے گھسیٹتا ہوا لا رہا تھا تو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے مجھے بھی مالِ غنیمت میں کچھ حصہ دینے کا حکم ارشاد فرمایا، پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں دم پیش کیا جسے میں مجنوں یعنی پاگلوں پر پڑھتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اس میں سے مجھے کچھ چھوڑ دینے اور بقیہ کو برقرار رکھنے کا حکم دیا۔ اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے اور یہ حدیث حسن صحیح

---

(1) صحیح مسلم، 19/7

ہے۔[1]

دموں سے مسلمان بھائیوں کو نفع پہنچانے کا حکم

نبی علیہ السلام نے جھاڑ پھونک کے ذریعہ اپنے مسلمان بھائیوں کو نفع پہنچانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

جیسا کہ "صحیح مسلم" میں ہے: عن جابر قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الرقى، فجاء آل عمرو بن حزم إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا: يا رسول الله، إنه كانت عندنا رقية نرقي بها من العقرب، وإنك نهيت عن الرقى! قال: فعرضوها عليه، فقال: ما أرى بأسا، من استطاع منكم أن ينفع أخاه فلينفعه.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دموں سے منع فرمایا تو آل عمرو بن حزم کے لوگ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ہمارے پاس ایک دم ہے جس سے ہم بچھو کے ڈسے ہوئے کا علاج کرتے تھے اور آپ نے دم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ راوی کہتے ہیں انہوں نے وہ دم حضور علیہ السلام کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا: میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے ضرور پہنچائے۔[2]

تطبیقی کلام پر عظیم محدث کی تائید

عظیم محدث امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ احادیث کو نقل کرنے کے بعد فیصلہ کن بات ارشاد فرمائی کہ "جھاڑ پھونک، دم درود اور تعویذات کی ممانعت پر جتنی بھی

---

(1) سنن الترمذی، 127/4
(2) صحیح مسلم، 19/7

احادیث وارد ہیں تو وہ مشرکوں کے ان دموں سے متعلق ہیں جن کا معنیٰ معلوم نہ ہو۔ کیونکہ معنی معلوم نہ ہونے کے باعث اس میں شرکیہ کلام ہونا ممکن ہے جس سے شرک میں جا پڑنے کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا جن تعویذات یا دموں میں شرکیہ کلام نہیں ہے تو ان کے جواز میں کسی قسم کے شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں بچتی۔"

چنانچہ "الآداب للبیہقی" میں ہے: عن عوف بن مالك قال: كنا نرقي في الجاهلية، فقلنا: يا رسول الله، ما تقول في ذلك؟ فقال: اعرضوا على رقاكم، لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك. وقد روينا عن جابر أن النبي صلى الله عليه وسلم رخص في رقية الحية والعقرب. وعن أنس قال: رخص النبي صلى الله عليه وسلم في الرقية من العين والحمة والنملة. وحديث عوف بن مالك عام في الرقى ما لم يكن فيه شرك، وكذلك روى عن أبي سفيان، عن جابر في معناه، وقال: من استطاع منكم أن ينفع أخاه فليفعل، وفي ذلك دلالة على أن كل نهي ورد عن الرقى أو عما في معناه فإنما هو فيما لا يعرف من رقى أهل الشرك، فقد يكون شركا والله أعلم.

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے دموں کو میرے سامنے پیش کرو، دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں شرک نہ ہو۔ اور ہم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے سانپ اور بچھو کے دم میں رخصت فرمائی ہے۔ اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے نظرِ بد، زہریلے جانور کے کاٹے اور جلد کی بیماری کے دم میں

رخصت فرمائی ہے۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث دموں کے متعلق عام ہے جب تک ان میں شرک نہ ہو۔ اسی طرح حضرت ابو سفیان و جابر رضی اللہ عنہما سے بھی اس معنی کی حدیث مروی ہے۔ اور فرمایا: تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو تو ضرور پہنچائے۔ لہٰذا اس میں اس بات پر دلالت موجود ہے کہ دموں سے ممانعت یا اس معنی کی دیگر ساری حدیثیں مشرکوں کے ان دموں سے متعلق ہیں کہ جن کا معنٰی معلوم نہ ہو کیونکہ وہ شرک ہو سکتی ہیں۔[1]

دیگر تائیدی احادیث

"مشکاۃ المصابیح" میں ہے: وعن ابن عباس قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعوذ الحسن والحسن: أعیذ کما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ. ویقول: إن أبا کما کان یعوذ بھما إسماعیل وإسحاق. رواہ البخاری.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حسن و حسین پر یوں دعائے تعویذ کرتے کہ میں تمہیں اللہ کے پورے کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں، ہر شیطان و زہریلے جانور سے اور ہر بیمار کرنے والی نظر سے اور فرماتے کہ تمہارے والد انہی کلمات سے حضرت اسمعیل و اسحاق کو دعائے تعویذ کرتے تھے۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔[2]

"السنن الکبری للبیہقی" میں ہے: عن الشفاء رضی اللہ عنہا قالت: دخل

(1) الاداب للبیہقی، ص283

(2) مشکاۃ المصابیح، 1/486، المکتب الاسلامی، بیروت

رسول الله صلى الله عليه وسلم على حفصة وأنا عندها، فقال لي: ألا تعلميها رقية النملة كما علمتيها الكتابة؟.

ترجمہ: حضرت شفاء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حفصہ کے پاس تشریف لائے اور میں بھی وہاں موجود تھی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا آپ نے انہیں پھوڑے پھنسی کا دم نہیں سکھائیں گی جس طرح آپ نے ان کو لکھنا سکھایا ہے؟[1]

اسی میں ہے: أن أبا خزامة حدثه، أن أباه حدثه أنه قال: يا رسول الله أرأيت دواء نتداوى به، ورقى نسترقيها، واتقاء نتقيها، هل يرد ذلك من قدر الله من شئ؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنه من قدر الله.

ترجمہ: حضرت ابو خزامہ کہتے ہیں کہ ان کے والد صاحب نے ان سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! جو دواء ہم استعمال کرتے ہیں یا جو دم ہم کرتے ہیں یا جو حفاظت کے طریقے ہم اپناتے ہیں تو کیا یہ سب کچھ اللہ کی تقدیر کو پھیر دیتی ہیں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: یہ سب بھی اللہ کی تقدیر سے ہی ہے۔[2]

"النفقة على العيال لابن ابی الدنیا" میں ہے: عن أشعث بن عبد الملك، عن الحسن، قال: كن عجائز بالمدينة يأتين بلبن لهن النبي صلى الله عليه وسلم فيعوذ فيها قال موسى بن داود: لا أعلم إلا أنه يستشفي بذلك الماء.

ترجمہ: اشعث بن عبد الملک سے مروی ہے کہ امام حسن کہتے ہیں: مدینے کی

---

(1) السنن الکبری للبیہقی، 19/543، مرکز ہجر للبحوث، قاہرہ
(2) السنن الکبیر للبیہقی، 19/543 ت الترکی

بوڑھی عورتیں نبی علیہ السلام کے پاس دودھ لے کر آتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس میں دم فرماتے تھے۔ موسی بن داود کہتے ہیں: میں اتنا ہی جانتا ہوں کہ اس پانی کے ذریعے شفا حاصل کی جاتی تھی۔(1)

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں ہے: عن علی قال: بینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ یصلی فوضع یدہ علی الأرض فلدغتہ عقرب، فتناولھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنعلہ فقتلھا، فلما انصرف قال: لعن اللہ العقرب، لا تدع مصلیا ولا غیرہ، أو نبیا ولا غیرہ إلا لدغتھم، ثم دعا بملح وماء فجعلہ فی إناء، ثم جعل یصبہ علی إصبعہ حیث لدغتہ ویمسحھا ویعوذھا بالمعوذتین.

ترجمہ: حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس موجود تھے اور آپ نماز پڑھ رہے تھے تو جب آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا تو ایک بچھو نے آپ کو ڈنک مار دیا، نبی کریم علیہ السلام نے اپنی نعلین (چپل مبارک) سے اسے مار دیا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: اللہ بچھو پر لعنت فرمائے، یہ نمازی، غیر نمازی یا نبی و غیر نبی کسی کو نہیں چھوڑتا، بلکہ سب کو ڈنک مارتا ہے۔ پھر آپ نے نمک اور پانی منگوایا اور اسے ایک برتن میں ڈال کر اپنے انگلی میں ڈنک والی جگہ پر بہانے اور ہاتھ پھیرنے لگے اور پھر معوذتین (سورہ فلق و سورہ ناس) سے دم کیا۔(2)

"نوادر الأصول فی أحادیث الرسول" میں ہے: وعن جابر رضی اللہ عنہ کان بالمدینۃ رجل یکنی أبا مذکر یرقی من العقرب ینفع اللہ بھا فقال رسول اللہ صلی

---

(1) النفقۃ علی العیال لابن ابی الدنیا، 2/871، دار ابن قیم، السعودیہ، الدمام

(2) مصنف ابن ابی شیبۃ، 5/44 ت الحوت

اللہ علیہ وسلم یا أبا مذکر ما رقیتك هذه اعرضها علی فقال ابو مذکر شجة قرینة ملحة بحر قفطی فقال علیه السلام لا بأس بها إنما هی مواثیق أخذها سلیمان بن داود علیه السلام علی الهوام وهذه لغة حمیر.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ میں ایک شخص تھا جس کی کنیت ابو مذکر تھی وہ بچھو کے کاٹے کا دم کیا کرتا تھا جس کے سبب اللہ پاک شفاء عطا فرماتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو مذکر! تمہارے پاس کیا دم ہے؟ مجھے بتاؤ۔ اس پر ابو مذکر نے کہا کہ وہ دم یہ ہے: "شجة قرینة ملحة بحر قفطی" حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کیڑے مکوڑوں سے لیے ہوئے وعدے ہیں اور یہ حمیر کی لغت کے الفاظ ہیں۔[1]

"المعجم الکبیر للطبرانی" میں ہے: عن إبراهیم، عن علقمة، عن عبد اللہ قال: ذکر عند النبی صلی اللہ علیه وسلم رقیة من الحمة، فقال: «اعرضوها علی» ، فعرضوها علیه: بسم اللہ، شجة قرنیة ملحة بحر قفطا، فقال: «هذه مواثیق أخذها سلیمان بن داود علیه السلام علی الهوام، ولا أری بها بأسا.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے پاس زہریلے جانور کے کاٹے کے دم کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: اسے میرے سامنے پیش کرو۔ تو لوگوں نے وہ بیان کر دیا، یعنی "بسم اللہ، شجة قرنیة ملحة بحر قفطا" اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا: "یہ وہ وعدے ہیں جو سلیمان علیہ السلام

(1) نوادر الاصول فی احادیث الرسول، 1/406

نے کیڑے مکوڑوں سے لیے تھے، میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔"(1)

"مصنف ابن ابی شیبۃ" میں ہے: "عن محمد بن حاطب، قال: دببت إلى قدر لنا فاحترقت يدى، فأتت بى أمى إلى شيخ بالبطحاء فقالت: هذا محمد قد احترقت يده، «فجعل ينفث عليها ويتكلم بكلام لا أحفظه» فلما كان فى إمرة عثمان قلت: من الشيخ الذى ذهبت بى إليه؟ قالت: رسول الله صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ: محمد بن حاطب سے مروی ہے کہ میں ہانڈی کی طرف لپکتا ہوا گیا تو میرا ہاتھ جل گیا، میری والدہ مجھے بطحاء میں ایک بزرگ کے پاس لے کر آئی اور عرض کی: یہ محمد ہے، اس کا ہاتھ جل گیا۔ تو وہ بزرگ میرے ہاتھ پر پھونک مارنے لگے اور کچھ پڑھنے لگے جو مجھے یاد نہیں۔ پھر جب حضرت عثمان کا زمانہ آیا تو میں نے والدہ سے پوچھا کہ وہ کون بزرگ تھے جن کے پاس آپ مجھے لے کر گئی تھیں؟ تو میری ماں نے کہا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تھے۔(2)

"الطب النبوی لابی نعیم الاصفہانی" میں ہے: عَن عَبد الله قال: ذكر عند النبى صلى الله عليه وسلم رقية الحية قال: اعرضوها على قال فعرضوها عليه بسم الله شجة قرنية ملحة بحر فقطا فقال: هذه مواثيق أخذها سليمان بن داود على الهوام لا أرى بها بأسا. قال: فلدغ رجل وهو مع علقمة فرقاه بها فكأنما نشط من عقال.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ

(1) المعجم الکبیر للطبرانی، 10/90

(2) مصنف ابن ابی شیبۃ، 5/45 ت الحوت

علیہ والہٖ وسلم کے پاس سانپ کے دم کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: دم میرے سامنے پیش کرو۔ انہوں نے یہ دم پیش کر دیا: (بسم اللہ شجۃ قرنیۃ ملحۃ بحر فقطا) اس پر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وعدے ہیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیڑے مکوڑوں سے لیے تھے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک شخص کو کسی چیز نے کاٹ لیا اور وہ حضرت علقمہ کے پاس موجود تھا، آپ نے اسے دم کیا تو وہ ایسے ہو گیا کہ گویا اسے قید سے آزاد کیا گیا ہو (یعنی مصیبت سے چھٹکارہ مل گیا۔)[1]

"شرح معانی الآثار" میں ہے: عن عبد الرحمن بن السائب، ابن أخی میمونة قال: إن میمونة قالت له: ألا أرقیك برقیة رسول الله صلی الله علیه وسلم؟ قال: بلی قالت: «بسم الله أرقیك، والله یشفیك، من كل داء فیك، أذهب البأس، رب الناس، واشف أنت الشافی، لا شافی إلا أنت» فهذا وما أشبهه من الرقی، لا بأس به. وقد دل علی ذلك أیضا قول رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حدیث عوف لا بأس بالرقی ما لم یكن شرك فدل ذلك أن كل رقیة لا شرك فیها، فلیست بمكروهة، والله أعلم.

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن سائب (حضرت میمونہ کے بھتیجے) رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اُن سے کہا: کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم والا دم نہ کروں؟ انہوں نے عرض کی: کیوں نہیں؟ پھر انہوں نے یہ دم کیا: (بسم الله أرقیك، والله یشفیك، من كل داء فیك، أذهب البأس، رب الناس، واشف أنت الشافی، لا شافی إلا أنت)۔ لہٰذا یہ یا اس طرح کے دیگر دموں میں حرج

(1) الطب النبوی لابی نعیم الاصفہانی، 2/553

نہیں۔ اور اس پر حضرت عوف کی حدیث میں نبی علیہ السلام کا یہ فرمان بھی دلالت کرتا ہے: "دم میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں شرک نہ ہو۔" یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ہر وہ دم جائز ہے جس میں شرک نہ ہو چنانچہ اس میں کوئی کراہت بھی نہیں۔ واللہ اعلم (1)

"اتحاف الخیرۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرۃ" میں ہے: عن عمیر مولی أبي اللحم قال: مَرّبي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعرضت علیہ رقیۃ کنت أرقی بھا المجانین فی الجاھلیۃ، فقال: اطرح منھا کذا وکذا، وارق بما بقی. قال محمد بن زید: فأدرکتہ وھو یرقی بھا المجانین.

ترجمہ: ابو لحم کے غلام حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میرے پاس سے گزرے تو میں نے آپ پر دم پیش کیا جس سے میں زمانہ جہالت میں، پاگلوں کا علاج کیا کرتا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اس میں سے یہ یہ چھوڑ دو اور باقی سے دم کرو۔ محمد بن زید کہتے ہیں کہ میں نے عمیر کو دیکھا کہ وہ اس سے مجنون لوگوں پر دم کیا کرتے تھے۔ (2)

اسی کتاب میں ہے: عن جابر قال: کان خالی یرقی، فعرض علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ کیت وکیت ورغبہ.

ترجمہ: حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ میرے ماموں دم کیا کرتے تھے تو انہوں نے اپنا دم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر پیش کیا تو آپ علیہ السلام نے ان سے

---

(1) شرح معانی الآثار- ط مصر 4/329
(2) اتحاف الخیرۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرۃ، 4/468

فرمایا: یوں یوں کرو اور ان کو (دم کرنے پر) رغبت دلائی۔[1]

تنبیہ



اوپر ذکر کردہ روایات واضح کرتی ہیں کہ جس دم میں کوئی شرک نہ ہو انہیں کرنے کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچانے کی ترغیب بھی ہے اب اس جائز کام سے منع کرنے والے حضرات امت کو بھلائی سے محروم کرنا چاہتے ہیں اور بس۔

(1) اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ، 4/467

تعویذات ودموں کے جواز پر صحابہ کرام وتابعین کی تصریحات

تعویذات ودموں کے جواز کے بارے میں نہ صرف احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم، بلکہ ارشادات صحابہ کرام و آثار تابعین وغیرہ بھی موجود ہیں، جنہیں دیکھنے کے بعد کوئی بھی ذی شعور، عادل ومنصف اور عاقل شخص ان کے جواز میں شک نہیں کر سکتا۔

حضرت صدیق اکبر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی گواہی:

"موطا امام محمد" میں ہے: أن أبا بكر دخل على عائشة رضي الله عنهما وهي تشتكي، ويهودية ترقيها، فقال: «ارقيها بكتاب الله» قال محمد: وبهذا نأخذ، لا بأس بالرقى بما كان في القرآن، وما كان من ذكر الله، فأما ما كان لا يعرف من كلام، فلا ينبغي أن يرقى به.

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے جبکہ آپ رو رہی تھیں اور یہودی عورت آپ کو دم کر رہی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کتاب اللہ سے دم کرو۔" امام محمد فرماتے ہیں: اسی حدیث سے ہم حکم لیتے ہیں۔ قرآن و ذکر اللہ سے دم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں، جس کلام کا معنی معلوم نہ ہو تو اس سے دم کرنا مناسب نہیں ہے۔ (1)

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں ہے: عن عائشة أنها كانت لا ترى بأسًا أن يعوذ في الماء ثم يصب على المريض.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہے کہ آپ پانی میں دم کر

(1) موطا مالک - روایۃ محمد بن الحسن الشیبانی، ص312

کے اسے مریض پر چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتیں تھیں۔(1)

سعید ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک عمل

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں ہے: سعید بن جبیر یکتب التعویذ لمن أتاہ.

ترجمہ: حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ کے پاس جو (تعویذ کی غرض سے) آتا آپ اسے تعویذ لکھ کر دیتے تھے۔(2)

امام لیث و امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہما کی اجازت

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں ہے: عن أبي قلابة وليث عن مجاهد أنهما لم يريا بأسًا أن يكتب (آية) من القرآن ثم يسقاه صاحب الفزع.

ترجمہ: حضرت ابو قلابہ و لیث، امام مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ قرآن پاک سے کوئی آیت لکھ کر اسے مصیبت زدہ کو پلانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔(3)

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں ہے: عن ثوير قال: كان مجاهد يكتب للناس التعويذ فيعلقه عليهم.

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کے لیے تعویذ لکھتے تھے جنہیں وہ پہن لیتے تھے۔(4)

امام عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں ہے: سعید بن جبیر: یکتب التعویذ لمن أتاہ.

---

(1) مصنف ابن ابی شیبۃ، 13/131، دار کنوز اشبیلیا، الریاض
(2) مصنف ابن ابی شیبۃ، 13/132
(3) مصنف ابن ابی شیبۃ، 13/132
(4) مصنف ابن ابی شیبۃ، 5/44

قال حجاج: و سألت عطاء، فقال: ما سمعنا بکراهیة إلا من قبلکم من أهل العراق.

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو لوگ آتے تھے تو آپ ان کو تعویذ لکھ کر دیتے تھے۔ حجاج نے کہا: میں نے امام عطاء سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: میں نے اس متعلق کوئی کراہت کی بات نہیں سنی سوائے تم عراق والوں کی طرف سے۔[1]

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں ہے: عن أبی عصمة قال: سألت سعید بن المسیب عن التعویذ، فقال: لا بأس إذا کان فی أدیم.

ترجمہ: حضرت ابو عصمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے تعویذات کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ چمڑے میں ہو۔[2]

امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

"الجامع لعلوم الامام احمد" میں ہے: قال: سألتُ أبا جعفر محمد بن علی أن أعلَّق التعویذ، فقال: إن کان مِن کتاب الله، أو کلام عن نبی الله فعلّقه و استشف به ما استطعت. قلتُ: أکتب هذِه من حُمَّی الربع: باسم الله، وبالله، و محمد رسول الله إلی آخره؟ قال: أی نعم.

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر امام محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے تعویذات

(1) مصنف ابن ابی شیبۃ، 5/40 ت الحوت

(2) مصنف ابن ابی شیبۃ، 5/43 ت الحوت

لٹکانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: اگر کتاب اللہ، یا حدیثِ رسول سے ہو تو اس کو ضرور لٹکا کر اس سے شفاء حاصل کرو جتنی تمہیں استطاعت ہو۔ میں نے کہا کہ کیا میں چوتھے دن کے بخار کے لیے یہ لکھ سکتا ہوں: بسم اللہ و باللہ و محمد رسول اللہ ۔۔۔ آخر تک[1]؟ تو آپ نے فرمایا: جی ہاں۔[2]

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں ہے: عن جعفر عن أبیه «أنه کان لا یری بأسا أن یکتب القرآن فی أدیم ثم یعلقه.

ترجمہ: امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (امام باقر رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کرتے ہیں کہ وہ قرآن سے چمڑے پر تعویذ لکھ کر لٹکانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔[3]

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں ہے: عن یونس بن خباب، قال: سألت أبا جعفر عن التعویذ یعلق علی الصبیان، فرخص فیه.

ترجمہ: میں نے ابو جعفر امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے بچوں کو تعویذ پہنانے کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے اجازت دی۔[4]

---

(1) مکمل تعویذ: بسم اللہ الرحمن الرحیم، باسم اللہ، وباللہ، محمّد رسول اللہ، {قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ﴿۷۰﴾} اَللّٰھم ربَّ جبرائیل، ومیکائیل، واسرافیل، اشفِ صاحب هذا الکتاب بحولك وقوتك وجبروتك، اله الحق امین. الجامع لعلوم الامام احمد ۔ الفقه (13/ 262) دار الفلاح للبحث العلمی و تحقیق التراث، الفیوم-جمهوریة مصر العربی

(2) الجامع لعلوم الامام احمد-الفقه (13/ 262) دار الفلاح للبحث العلمی و تحقیق التراث، الفیوم-جمهوریة مصر العربیة

مکمل تعویذ: بسم اللہ الرحمن الرحیم، باسم اللہ، وباللہ، محمّد رسول اللہ، {قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ﴿۷۰﴾} اَللّٰھم ربَّ جبرائیل، ومیکائیل، واسرافیل، اشفِ صاحب هذا الکتاب بحولك وقوتك وجبروتك، اله الحق امین.

(3) مصنف ابن ابی شیبۃ، 5/ 43ت الحوت

(4) مصنف ابن ابی شیبۃ، 5/ 44ت الحوت

امام ابو قلابہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا قول

"النفقة على العيال لابن ابی الدنیا" میں ہے:عن أبي قلابة قال: لا بأس أن يكتب القرآن في الشيء يغسل للرجل.

ترجمہ: حضرت ابو قلابہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ قرآن پاک کو کسی شے پر لکھ کر اسے کسی شخص کے استعمال کے لیے دھویا جائے۔[1]

امام سعید بن مسیب، امام ضحاک، امام باقر اور امام ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالی علیہم کی تصریحات

"المنهاج فی شعب الایمان" میں ہے:"وسئل سعيد بن المسيب عن التعويذ أيتعلق ؟ قال: إذا كان في قصبة أو رقعة يجوز فلا بأس على أن المكتوب قرآن. وروى عن الضحاك أنه لم يكن يرى بأسًا أن يعلق الرجل الشيء من كتاب الله إذا وضعه عند الجماع وعند المعابط. وسئل أبو جعفر محمد بن على رضى الله عنه عن التعوذ يعلق على الصبيان ورخص. وعن ابن سيرين كان لا يرى بأسًا بالشيء من القرآن يعلقه الإنسان.

ترجمہ:سعید بن مسیب سے تعویذ لٹکانے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ مکتوب قرآن سے ہو اور اسے کسی خول یا کاغذ میں لپیٹا ہو۔ امام ضحاک بھی کتاب اللہ سے تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے جبکہ جماع اور حاجت طبعی کے وقت اسے اتار دیا جائے۔ امام ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس میں رخصت دی۔ امام ابن سیرین بھی اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے

(1) النفقة علی العیال لابن ابی الدنیا، 2/872

تھے کہ کتاب اللہ سے تعویذ لکھ کر اسے کوئی انسان پہن لے۔[1]

امام ابراہیم نخعی، قبیلہ آل اسود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان:

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں ہے: عن إبراهيم، قال: كان لآل الأسود رقية يرقون بها في الجاهلية من الحمة، قال: فعرضها الأسود على عائشة، قال: فأمرتهم أن يرقوا بها، قال: وقالت عائشة: لا رقية إلا من عين، أو حمة.

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ آلِ اسود کے پاس کچھ دم تھے جن سے وہ زمانہ جہالیت میں زہریلے جانور کے کاٹے کا دم کیا کرتے تھے، انہوں نے یہ دم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر پیش کیا سیدہ عائشہ نے انہیں اس کے ذریعے دم کرنے کا حکم دیا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: دم نظرِ بد یا زہریلے جانور کے کاٹے پر کیا جائے۔[2]

"مصنف ابن أبی شیبة" میں ہے: عن إبراهيم، عن الأسود، قال: عرضتها على عائشة، فقالت: هذه مواثيق.

ترجمہ: حضرت اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے دم کے الفاظ پیش کئے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ وعدے ہیں۔[3]

"المنهیات" میں ہے: عن الأسود، قال: قلت لعائشة رضی اللہ عنها: إنا نزلنا وادياً، فقتل صاحب لنا حية، فصرع لحينه، فرقيته بكلمات بالحميرية فقالت: أي شيء هي؟ قلت: شجه. قرنيه. ملحة. بحرا. فقطا. قال: فقالت: ما بها بأس.

---

(1) المنهاج في شعب الایمان، 2/39

(2) مصنف ابن ابی شیبة، 5/43 ت الحوت

(3) مصنف ابن ابی شیبة، 5/45 ت الحوت

ترجمہ: حضرت اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے عرض کی کہ ہم ایک وادی میں اترے، تو ہمارے ایک ساتھی نے سانپ مارا، پھر وہ خود ہی بے ہوش کر گر پڑا تو میں نے اس پر حمیری زبان کے کچھ کلمات سے دم کیا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا: وہ الفاظ کیا ہیں؟ میں نے کہا: (شجه. قرنيه. ملحة. بحرا. فقطا) آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے کا عمل

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں ہے: حدثنا وهيب قال: حدثنا أيوب، «أنه رأى في عضد عبيد الله بن عبد الله بن عمر خيطا.

ترجمہ: حضرت ایوب کا بیان ہے کہ انہوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے) کے بازو پر دھاگہ یعنی تعویذ نماز چیز باندھی ہوئی دیکھی۔[2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کا عمل

"مصنف ابن أبي شيبة" میں ہے: عن قيس بن محمد بن الأشعث، قال: ذهب بي إلى عائشة وفي عيني سوء فرقتني ونفثت.

ترجمہ: قیس بن محمد بن اشعث کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے جایا گیا جبکہ میری آنکھ میں کچھ بیماری ہو گئی تھی تو آپ رضی اللہ عنہا مجھے دم کیا اور پھونک ماری۔[3]

---

(1) المنہیات، ص63
(2) مصنف ابن ابی شیبۃ، 5/44ت الحوت
(3) مصنف ابن ابی شیبۃ، 5/46ت الحوت

شروحاتِ احادیث سے ائمہ محدثین کا کلام

ائمہ محدثین و شارحین حدیث بھی اس بات پر متفق ہیں کہ تعویذات و جھاڑ پھونک سے علاج کروانا جائز ہے، بلکہ علمائے کرام نے اسے طبِ نبوی میں سے قرار دیا جس کے متعلق آتا ہے کہ اس کا بعض حصہ انبیاء کی طرف وحی کے ذریعہ حاصل ہوا جبکہ دیگر طرق وتراکیبِ علاج کو تجربات سے اخذ کیا گیا ہے۔

جیسا کہ محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: والرقى بضم الراء وفتح القاف جمع رقية، وهي العوذة التي يرقى بها صاحب الآفة كالحمى والصرع وغير ذلك، هذا وقد روى البزار عن عروة قال: قلت لعائشة: «إني أجدك عالمة بالطب، فمن أين؟ فقالت: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كثرت أسقامه، فكانت أطباء العرب والعجم ينعتون له فتعلمت ذلك» . قال السيوطي: والأحاديث المأثورة في علمه صلى الله عليه وسلم بالطب لا تحصى، وقد جمع منها دواوين، واختلف في مبدأ هذا العلم على أقوال كثيرة، والمختار أن بعضه علم بالوحي إلى بعض أنبيائه، وسائره بالتجارب لما روى البزار والطبراني عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم: «أن نبي الله سليمان كان إذا قام يصلي رأى شجرة ثابتة بين يديه فيقول لها: ما اسمك؟ فتقول: كذا، فيقول: لأي شيء أنت؟ فتقول: لكذا، فإن كانت لدواء كتبت، وإن كانت من غرس غرست» . الحديث. واعلم أن كل مصحح أو ممرض فبقدر الله تعالى يفعله عنده أو به، روى الترمذي وابن ماجه حديث: «سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم: أرأيت أدوية نتداوى بها ورقى نسترقيها هل ترد من قدر الله شيئا؟ قال: هي من قدر الله» .

ترجمہ: رُقی، راء کی پیش اور قاف کے زبر کے ساتھ ہے اور یہ رُقیۃ کی جمع ہے جس سے مراد وہ چیز ہے جس سے آفت میں مبتلا شخص کو دم کیا جاتا ہے جیسے بخار و مرگی وغیرہ دیگر بیماریاں۔ اسی سلسلہ میں امام بزار نے حضرت عروہ سے روایت کی کہ وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: میں دیکھتا ہوں کہ آپ طب کی بھی عالم ہیں یہ علم کہاں سے حاصل ہوا؟ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اکثر بیماریاں لاحق ہو جاتی تھیں تو عرب و عجم کے بڑے بڑے اطباء آپ کے لیے علاج تجویز کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے یہ سب اسی سے سیکھا۔ امام سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: علم طب پر نبی علیہ السلام کی بے شمار احادیث ماثورہ موجود ہیں جن سے کئی دیوان مرتب کئے گئے ہیں۔ اس علم کی ابتدا کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ اور مختار قول یہ ہے کہ ان کا بعض حصہ کئی انبیاء کی طرف وحی کے ذریعہ حاصل ہوا، جبکہ دیگر سب تجربات سے اخذ کیا گیا ہے جیسا کہ امام بزار و طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے اور وہ نبی علیہ السلام سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام جب بھی نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو اپنے سامنے ایک درخت دیکھتے اور آپ اس سے پوچھتے: تمہارا کیا نام ہے؟ وہ کہتا یہ نام ہے۔ آپ اس سے پوچھتے تم کس مقصد کے لیے ہو تو وہ کہتا فلاں مقصد کے لیے ہوں، اگر وہ دواء کے طور پر ہوتا تو اس کو لکھ لیا جاتا اور اگر لگانے کے لیے ہوتا تو اس کو لگا لیتے۔ یہ جان لیجیے کہ ہر صحت دینے والا اور بیماری دینے والا حقیقت میں اللہ کی قدرت و حکم سے ہی ایسا کرتا ہے۔ امام ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کی: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! ہم جن دواؤں سے علاج کرتے ہیں اور جن چیزوں سے دم کرتے ہیں تو کیا یہ اللہ کی تقدیر کو

پلٹ دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: یہ سب کچھ بھی اللہ کی تقدیر سے ہی ہے۔(1)

مزید لکھتے ہیں: وفی الأوسط للطبرانی عن عبد الله بن زيد: «عرضنا على رسول الله صلى الله عليه وسلم رقية من الحمة فأذن لنا. وقال: إنما هي من مواثيق الجن بسم الله شجة قرنية ملحة بحر قفطا، أما ألفاظها فكما ضبطناه بالقلم على ما سمعنا من أفواه المشايخ ورأيناه بخطوطهم، وأما معانيها فلا تعرف صرح به العلماء، لكنها لما كانت معروضة لديه صلى الله عليه وسلم جاز أن يرقى بها.

ترجمہ: معجم الاوسط للطبرانی میں عبد اللہ بن زید سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر زہریلے جانور کے کاٹے کا دم پیش کیا تو آپ نے ہمیں اس کی اجازت عطا کی اور ارشاد فرمایا: یہ محض جنات سے لیے گئے وعدے ہیں، "بسم اللہ شجة قرنية ملحة بحر قفطا" جہاں تک ان الفاظ کا تعلق ہے تو جیسے ہم نے بزرگان دین کے منہ سے سنا اور ان کی تحریروں میں دیکھا اپنے قلم سے اس محفوظ کر لیا۔ جہاں تک اس کے معانی کا تعلق ہے تو وہ معلوم نہیں ہیں جیسا کہ علماء نے صراحت کی ہے۔ لیکن جب یہ نبی علیہ السلام پر پیش کر دیے گئے ہیں تو ان سے دم کرنا جائز ہے۔(2)

سند المحدثین امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب فتح الباری میں لکھتے ہیں: فی حديث عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل على ثابت بن قيس بن شماس وهو مريض فقال اكشف الباس رب الناس ثم أخذ ترابا من بطحان فجعله فی قدح ثم نفث عليه ثم صبه عليه.

---

(1) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، 7/2860

(2) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، 7/2868

ترجمہ: حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی پاک علیہ السلام ثابت بن قیس بن شماس کے پاس آئے جو بیمار تھے تو فرمایا: اے رب! بیماری کو دور کر دے۔ پھر بطحان کی مٹی اٹھائی، اسے ایک برتن میں ڈالا پھر اس پر دم کیا اور پھر وہ مٹی ان پر ڈال دی۔[1]

اسی طرح علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ "نخب الأفکار فی تنقیح مبانی الأخبار فی شرح معانی الآثار" میں لکھتے ہیں: وأما قوله علیه السلام: "لا رقیة إلا من عین أو حمة" فمعناه لا رقیة أولی وأنفع، وهذا کما قیل: لا فتی إلا علی رضی الله عنه وقد أمر علیه السلام غیر واحد من أصحابه بالرقیة، وسمع جماعة یرقون فلم ینکر علیهم.

ترجمہ: جہاں تک نبی علیہ السلام کے اس فرمان کا تعلق ہے کہ دم صرف بری نظر یا زہریلے جانور کے کاٹنے سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے بہتر و نفع بخش کوئی نہیں۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے فرمایا کہ کوئی جوان نہیں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ (یعنی بہادری میں ان سے بہتر کوئی نہیں۔) حالانکہ خود نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ کو دم کا حکم دیا اور کئی لوگوں کو کرتے سنا مگر اس پر ممانعت نہ فرمائی۔[2]

"المفهم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم" میں ہے: قول عائشة رضی الله عنها رخص رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الرقیة من الحمة، وقول أنس رخص رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الرقیة من العین والحمة والنملة ـ دلیل علی أن الأصل فی الرقی کان ممنوعا کما قد صرح به، حیث قال: نهی رسول الله صلی الله علیه

(1) فتح الباری لابن حجر، 10/ 208 ط السلفیۃ
(2) نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الاثار، 14/ 189

وسلم عن الرقی. وإنما نهی عنه مطلقا لأنهم كانوا يرقون فی الجاهلية برقی هو شرك وبما لا يفهم، وكانوا يعتقدون أن ذلك الرقی يؤثر، ثم إنهم لما أسلموا وزال ذلك عنهم نهاهم النبی صلی الله عليه وسلم عن ذلك عموما ليكون أبلغ فی المنع وأسد للذريعة، ثم إنهم لما سألوه وأخبروه أنهم ينتفعون بذلك رخص لهم فی بعض ذلك وقال: اعرضوا علی رقاكم، لا بأس بالرقی ما لم يكن فيه شرك، فجازت الرقية من كل الآفات من الأمراض والجراح والقروح والحمة والعين وغير ذلك إذا كان الرقی بما يفهم ولم يكن فيه شرك ولا شیء ممنوع، وأفضل ذلك وأنفعه ما كان بأسماء الله تعالی وكلامه وكلام رسوله صلی الله عليه وسلم.

ترجمہ: حضرت عائشہ کا فرمانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے زہریلے جانور کے کاٹنے کے دم کی اجازت عطا فرمائی اور حضرت انس کا فرمانا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے نظرِ بد، زہریلے جانور کے کاٹے اور جلد کی بیماری کے دم میں رخصت فرمائی، یہ اس بات پر دلیل ہیں کہ دموں میں اصل ممانعت تھی جیسا کہ اس روایت "نبی علیہ السلام نے دم کرنے سے ممانعت فرمائی" سے صراحت کی گئی اور یہاں یہ ممانعت مطلقا فرمائی گئی ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی زمانہ جاہلیت میں دم کرتے تھے جن میں شرک اور ناقابلِ فہم باتیں شامل ہوتی تھیں نیز وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ دم بذاتِ خود مؤثر ہے، لیکن جب وہ ایمان لے آئے اور یہ چیز ان کے اعتقاد سے نکل گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے انہیں اس سے عمومی طور پر منع کر دیا، تاکہ یہ ممانعت میں زیادہ مؤثر اور ذرائع کو روکنے والا ہو۔ پھر جب انہوں نے نبی علیہ السلام سے سوال کیا اور عرض کی کہ لوگ اس سے نفع پاتے ہیں تو آپ نے ان میں بعض کی

اجازت دی اور فرمایا کہ اپنے دم مجھے سناؤ، دم میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں شرک نہ ہو۔ لہذا تمام آفات، امراض، زخموں، پھوڑوں، زہریلے جانوروں کے کاٹنے اور نظرِ بد وغیرہ امور پر جھاڑ پھونک کرنا جائز ہے جبکہ دم قابلِ فہم ہو اور اس میں شرک یا کوئی ممنوع چیز نہ ہو۔ اور افضل دم وہ ہے جو کلام اللہ اور کلامِ رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کیا جائے۔(1)

مذکورہ شرح پر ایک تبصرہ

یہاں شارح علیہ الرحمہ نے دموں میں اصل ممانعت ہونے کے لحاظ سے جو کلام فرمایا بظاہر یہ تعبیر میں خطا ہے۔ کیونکہ دم یا تعویذات اپنی اصل میں علاج ہیں اور ان میں بذاتہ اپنی اصل کے لحاظ سے کوئی ممانعت نہیں ہے جیسا کہ ماقبل کی احادیث و منقولات سے ظاہر ہو چکا ہے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابتداءً دم وغیرہ کرنے میں مطلقاً ممانعت تھی جیسا کہ خود شارح علیہ الرحمہ نے بھی بیان کیا ہے۔ اور اس کی وجہ بھی واضح ہے کہ اس وقت شرکیہ کلام عام تھا تو اس سے بچانا مقصود تھا ورنہ بنفسہ دم کرنے میں حرج کی کوئی بات نہیں تھی، اس لیے جب شرک سے امن ہو گیا تو اس کی اجازت دے دی گئی کہ شرکیہ کلام کے علاوہ مطلقاً دم جائز ہے کہ اب وہ اسے مؤثر بالذات بھی نہیں جانتے اور اس میں شرکیہ کلام بھی نہیں ہے تو اس کے جواز میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن یہاں شارح علیہ الرحمہ نے چونکہ مطلق ممانعت کو اصل قرار دیا ہے تو اس کے معنیِ اصل کے لحاظ سے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں کہ از قبیلِ علاج ایک جائز امر ہے۔ ہاں! اگر ان کے اصل ممانعت کے الفاظ کو مطلق ممانعت کے معنی پر محمول کیا جائے تو اس سے سارا

---

(1) المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، 581/5

کلام واضح ہو جاتا ہے اور اس کلام کا سیاق وسباق بھی اسی معنی کی طرف مشیر ہے جیسا کہ خود شارح علیہ الرحمہ نے اصل ممانعت ہونے پر یہی مطلق ممانعت کا قول دلیل کے طور پر پیش کیا ہے جو ابتدائے اسلام میں اسی مطلق ممانعت کو ثابت کرتا ہے، لیکن ازالہِ خطر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بتدریج دم کرنے کی اجازت مطلقاً ارشاد فرمادی بشرطیکہ اس میں شرک نہ ہو جیسا کہ ماقبل مسلم شریف وغیرہ سے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں واضح طور پر گزر چکا ہے۔ لہٰذا دم درود، جھاڑ پھونک اور تعویذات میں اصل جواز ہی ہے۔

دیگر کتب سے تائیدات

جھاڑ پھونک اور تعویذات وغیرہ میں مطلق طور پر اجازت ہے جب تک کہ اس میں شرک وغیرہ ممنوعات یا کوئی تکلیف دہ بات نہ ہو۔

جیسا کہ "شرح سنن ابی داؤد لابن رسلان" میں ہے: (ما لم تکن شرکًا) لفظ مسلم: "ما لم یكن فيه شرك" أي: ما لم يكن فيه شيء من الشرك المحرم، وفيه دليل على جواز الرقى والتطبب بما لا ضرر فيه ولا منع شرعًا مطلقًا، وإن كان بغير أسماء الله تعالى وكلامه، لكن إذا كان مفهومًا، وفيه الحث على السعي في إزالة الأمراض والأضرار عن المسلمين بكل ممكن جائز.

ترجمہ: (جب تک شرک نہ ہو) مسلم کے الفاظ یہ ہیں: جب تک اس میں شرک نہ ہو، یعنی اس میں ناجائز شرک کے الفاظ نہ ہوں۔ اور اس میں اس بات کا جواز ہے کہ دم اور علاج ہر اس چیز سے جائز ہے جس میں ضرر اور شرعا ممنوع چیز نہ ہو اگرچہ وہ اسماء اور کلامِ باری تعالیٰ کے علاوہ کوئی شے ہو، بشرطیکہ وہ قابلِ فہم ہو۔ اور اس میں

مسلمانوں سے ہر ممکن جائز طریقہ سے امراض و تکالیف کو دور کرنے کی ترغیب بھی موجود ہے۔[1]

"فتح الباری" میں ہے: قوله رخص فيه إشارة إلى أن النهى عن الرقى كان متقدما وقد بينت ذلك فى الباب الأول.

ترجمہ: ان کا قول: اس میں رخصت دی۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پہلے جھاڑ پھونک سے ممانعت تھی جسے میں نے باب اول میں بیان کر دیا ہے۔[2]

"نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار" میں ہے: فلم يروا بها بأسا، واحتجوا فى ذلك بما حدثنا ابن مرزوق، قال: ثنا أبو داود، قال: ثنا أبو الأحوص، عن مغيرة وإبراهيم، عن الأسود، عن عائشة، عن النبى عليه السلام: "أنه رخص فى رقية الحية والعقرب". ففى هذا الحديث الرخصة فى رقية الحية والعقرب، والرخصة لا تكون إلا بعد النهى، فدل ذلك أن ما أبيح من ذلك نسخ ما كان فى حديث عمران بن الحصين. ش: وأراد بهم: الحسن البصرى وإبراهيم النخعى والزهرى والثورى والأئمة الأربعة وآخرين كثيرين؛ فإنهم قالوا: لا بأس بالرقى. قال أبو عمر: ذهب جماعة من العلماء إلى إباحة الاسترقاء والمعالجة والتداوى، وقالوا: إن من سنة المسلمين التى يجب عليهم لزومها لروايتهم لها عن نبيهم عليه السلام.

ترجمہ: پس انہوں نے جھاڑ پھونک میں کوئی حرج نہیں سمجھا، اور اس پر دلیل یہ دی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے سانپ اور بچھو کے دم کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ اور اجازت ہمیشہ ممانعت کے بعد ہوتی ہے، تو یہ اس

(1) شرح سنن ابی داود لابن رسلان، 15/ 616
(2) فتح الباری لابن حجر، 10/ 206

بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہاں جو اجازت دی گئی ہے تو یہ حضرت عمران بن حصین کی حدیث میں جو ممانعت آئی ہے تو اس کا نسخ ہے۔(اس کی شرح میں علامہ عینی لکھتے ہیں:) اجازت دینے والوں سے آپ کی مراد امام حسن بصری، امام ابراہیم نخعی، امام ابن شہاب زہری، امام سفیان ثوری، ائمہ اربعہ اور ان کے علاوہ کثیر علمائے کرام ہیں جو کہتے ہیں کہ جھاڑ پھونک میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابو عمر ابن عبد البر فرماتے ہیں: علماء کی ایک جماعت نے جھاڑ پھونک، علاج معالجہ اور تداوی کی اجازت دی ہے، اور فرمایا کہ یہ مسلمانوں کے ان طریقوں میں سے ہے جنہیں اختیار کرنا ان پر لازم ہے۔ کیونکہ انہوں نے اسے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے روایت کیا ہے۔[1]

"فیض القدیر" میں ہے:(اعرضوا علی رقاکم) جمع رقیۃ بالضم وھی العوذۃ والمراد ما کان یرقی بہ فی الجاھلیۃ استأذنوہ فی فعلہ فقال اعرضوھا علی أی لأنی العالم الأکبر المتلقی عن معلم العلماء ومفھم الحکماء فلما عرضوا علیہ قال (لا بأس بالرقی) أی ھی جائزۃ (ما لم یکن فیہ) أی فیما رقی بہ (شرك) أی شیء یوجب اعتقاد الکفر أو شیء من کلام أھل الشرك الذی لا یوافق الأصول الإسلامیۃ فإن ذلك محرم ومن ثم منعوا الرقی بالعبرانی والسریانی ونحو ذلك مما جھل معناہ خوف الوقوع فی ذلك.

ترجمہ:(اپنے دموں کو میرے سامنے پیش کرو۔)رُقی یہ "رُقیۃ" کی جمع ہے اور اسے راء پر پیش کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ جس کے معنی "دعا" یا "تعویذ" ہیں، یعنی جس سے زمانہ جاہلیت میں دم کیا جاتا تھا۔ صحابہ کرام نے اس کی اجازت مانگی کہ کیا وہ انہیں

(1) نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الاثار، 14/187

استعمال کر سکتے ہیں ؟تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: انہیں میرے سامنے پیش کرو یعنی اس لیے کہ میں سب سے بڑا عالم ہوں جو علماء اور حکماء کے سکھانے والے (اللہ) سے سیکھتا ہوں۔جب انہوں نے یہ آپ پر پیش کئے تو آپ نے فرمایا: ان سے دم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔یعنی یہ جائز ہیں جب تک کہ ان دموں میں شرک کی کوئی بات نہ ہو۔یعنی جو دم کفار کے اعتقاد یا مشرکین کے کلام میں سے ہیں اور اسلامی اصولوں سے موافقت نہیں رکھتے تو یہ دم حرام ہیں۔ اسی وجہ سے علمائے کرام نے عبرانی و سریانی زبان وغیرہ کے ان دموں سے منع کیا جن کا معنیٰ معلوم نہ ہو کہ کہیں ان میں شرک کی کوئی بات نہ ہو۔(1)

"فیض القدیر" میں ہے: (أفلا استرقیتم له) أی طلبتم له رقیة وهی العوذة التی یرقی بها صاحب الآفة (فإن ثلث منایا أمتی من العین) أی کثیرا من منایاها یکون من تأثیر عین العائن فإن العین حق ولم یرد الثلث حقیقة بل التکثیر والمبالغة وهذا نص علی حل الرقیة ولو بغیر أسماء الله وکلامه وصفاته لإطلاق الخبر بشرط معرفة معناها وخلوها عما یخالف الشرع وعلی خلافه تحمل أخبار النهی کما مر (الحکیم عن أنس).

ترجمہ: (کیا تم نے ان کے لیے دم نہیں کروایا؟) یعنی کیا تم نے دم کا تقاضا نہیں کیا۔دم سے مراد عوذہ ہے جس سے دم کرنے والا دم کرتا ہے۔(بے شک میری امت کی ایک تہائی موتیں نظر بد سے ہوتی ہیں۔) یعنی کثیر اموات نظر بد کے اثر سے ہوتی ہیں۔ یہاں ثلث سے حقیقت مراد نہیں، بلکہ مبالغہ مقصود ہے۔اور یہ جھاڑ پھونک کے حلال

(1) فیض القدیر، 1/558

ہونے پر واضح نص ہے اگرچہ اللہ پاک کے اسماء وصفات اور کلام کے علاوہ ہو بشرطیکہ اس کا معنی معلوم ہو اور خلاف شرع الفاظ سے خالی ہو، اور جو روایات دم کی ممانعت پر آئی ہیں تو ان میں تاویل ہے جیسا کہ ماقبل گزرا۔(یہ روایت حکیم ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔)[1]

"شرح سنن أبي داود لابن رسلان" میں ہے:قال الخلال: وحدثنا عبد اللہ بن أحمد، قال: رأيت أبي يكتب التعويذ.

ترجمہ: خلال کہتے ہیں کہ ہم سے امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبد اللہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد (یعنی امام احمد بن حنبل) کو تعویذ لکھتے دیکھا ہے۔[2]

"التيسير بشرح الجامع الصغير" میں ہے:(اعرضوا على رقاكم) لأني العارف الأكبر المتلقى عن معلم العلماء (لا بأس بالرقى) أي هي جائزة (ما لم يكن فيه) أي فيما رقى به (شرك) أي شيء من الكفر فذلك محرم إذ قليل الشرك وكثيره جهل بالله و آياته.

ترجمہ:(اپنے دم میرے سامنے پیش کرو) کیونکہ میں سب سے بڑا عالم ہوں جو علما کو سکھانے والے (اللہ) سے سیکھتا ہوں۔(دم میں کوئی حرج نہیں۔)یعنی جائز ہیں (جب تک اس میں)یعنی جس سے دم کیا جائے تو اس میں (شرک نہ ہو)یعنی کوئی کفریہ کلمہ یا عقیدہ نہ ہو۔کیونکہ یہ اگرچہ قلیل ہو یا کثیر اللہ پاک اور اس کی نشانیوں کے انکار کی طرف لے جاتا ہے۔[3]

---

(1) فیض القدیر، 2/55
(2) شرح سنن ابی داود لابن رسلان، 15/633
(3) التیسیر بشرح الجامع الصغیر، 1/169

"لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح" میں ہے:(ما لم یکن فیہ شرك) أراد بها حقیقته بأن یکون فی معناہ ما یلزم منه الشرك بالله، أو أراد ذکر أسماء الأصنام والشیاطین، واعلم أن جملة الکلام فیها أنه صلی الله علیه وسلم قد کان ینهی فی أول الأمر عن الرقی لما أنه کان فی الجاهلیة رقی فیها أسماء الشیاطین والأصنام، وکانوا منهمکین فیها، ویرون التأثیر منها، حسما لمواد الشرك ومراسم الکفر.ثم لما نزل القرآن العظیم الذی هو هدی وشفاء للمؤمنین استرقی به، وما کان من رقی الجاهلیة أمر بعرضها علیه صلی الله علیه وسلم، فما لم یکن فیه بأس أجازه وأمر به أمر ترخیص وإباحة، فتارة خص بعض الأدواء بالذکر اهتماما بشأنه لشیوعه فیما بینهم وکثرة النفع فی الاسترقاء فیها، وربما ذکر فی بعضها بطریق الحصر بأنه لا رقیة إلا فیه، ومبناہ أیضا علی المبالغة والاهتمام. ویحتمل أن یکون وقوع الرخصة بالترتیب بأن رخص فی بعضها ثم فی بعض آخر بناء.

ترجمہ:(جب تک اس میں شرک نہ ہو)یعنی یا تو اس سے حقیقی شرک مراد ہے بایں طور پر کہ اس کے معنی میں کوئی ایسا مفہوم پایا جائے جس سے اللہ کے ساتھ شرک لازم آئے یا اس سے بت اور شیطان مراد ہیں۔ جان لیں کہ اس میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضور نبیِ کریم علیہ السلام ابتدا میں جھاڑ پھونک سے منع فرماتے تھے؛ کیونکہ زمانہ جاہلیت کے دموں میں شیطانوں اور بتوں کے نام ہوتے تھے اور لوگ انہی میں منہمک رہتے تھے اور ان کو مؤثر بالذات جانتے تھے،اس لیے شرک کے اسباب اور کفر کی نشانیوں کو ختم کرنے کے لیے جھاڑ پھونک سے ابتدا میں ممانعت فرمائی۔ پھر جب قرآن عظیم نازل ہوا جس سے مؤمنین کو ہدایت و شفا ملتی ہے تو اس سے دم کی اجازت

فرمائی، جبکہ زمانہ جاہلیت کے دَموں کو اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، تو جب تک ان میں شرک کی کوئی بات نہ ہو تو اس کی اجازت عطا فرمائی اور رخصت و اباحت والا حکم ارشاد فرمایا۔ بسا اوقات بعض دموں کو بالخصوص ذکر کیا کہ وہ لوگوں میں رائج تھے اور ان سے دم میں انہیں بکثرت نفع حاصل ہو رہا تھا۔ اور جو بعض دموں کو حصر کے طور پر ذکر کیا ہے (جیسے نظر بد یا زہریلے کاٹے کا دم) بایں طور پر کہ دم انہیں میں ہے تو اس کی بنیادی وجہ ان کا کثرت سے اور بہت اہم ہونا ہے، یہ بھی احتمال ہے کہ اجازت کا حکم بالترتیب عطا فرمایا ہو کہ پہلے کچھ میں اجازت دی ہو اور بقیہ بعض کی بعد میں اجازت ملی ہو۔[1]

(1) لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، 7/486

جھاڑ پھونک، دم درود اور تعویذات کے جواز کی شرائط

کئی ائمہ کرام نے جھاڑ اور تعویذات کی تین مندرجہ ذیل تین شرائط بیان کی ہیں، بلکہ ان شرائط کے ساتھ جواز پر اجماع بیان کیا ہے:

1. وہ اللہ پاک کے کلام یا اس کے اسمائے مبارکہ اور صفات سے ہو۔
2. وہ عربی زبان میں ہو یا کسی اور زبان میں ہو، لیکن اس کا معنی معلوم ہو۔
3. اس میں اعتقاد یہ ہو کہ دم بذات خود مؤثر نہیں ہوتا، بلکہ اللہ پاک کی تقدیر سے اثر کرتا ہے۔

جیسا کہ "المواهب اللدنيه" میں ہے: وقد أجمع العلماء على جواز الرقى عند اجتماع ثلاثة شروط:۔ أن تكون بكلام الله تعالى، أو بأسمائه وصفاته۔ وباللسان العربي، أو بما يعرف معناه من غيره۔ وأن يعتقد أن الرقية لا تؤثر بذاتها، بل بتقدير الله تعالى.

ترجمہ: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ دم کرنا تین شرائط کی موجودگی میں جائز ہے۔ اول یہ کہ وہ اللہ پاک کے کلام یا اس کے اسمائے مبارکہ اور صفات سے ہو۔ ثانی یہ کہ وہ عربی زبان میں ہو یا کسی اور زبان میں ہو، لیکن اس کا معنی معلوم ہو۔ ثالث یہ کہ اس میں اعتقاد یہ ہو کہ دم بذات خود مؤثر نہیں ہوتا، بلکہ اللہ پاک کی تقدیر سے اثر کرتا ہے۔[1]

"الفتوحات الربانية على الأذكار النواوية" میں ہے: أن الفاتحة رقية ويستحب

(1) المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، 3/23

أن یرقی بها علی اللدیغ ونحوه من أصحاب العاهات وتقدم کلام القاضی عیاض فی ذلك وحکم الرقیة أنها إن کانت من کلام الکفار أو من الرقی المجهولة أو الشیء بغیر العربیة أو ما لا یعرف معناها فهی المذمومة لاحتمال أن معناها کفر أو قریب منه أما فی الرقی بآیات الکتاب العزیز والأذکار المعروفة فلا نهی فیها بل هو سنة ولهذا یجمع بین أحادیث ذم الرقی وأحادیث طلبها.

ترجمہ: فاتحہ بھی دم ہے اور مستحب ہے کہ اس سے کاٹے وغیرہ دیگر بیماروں پر دم کیا جائے، اس بارے میں قاضی عیاض کا کلام گزر چکا ہے۔ جھاڑ پھونک کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ کفار کے کلام یا مجہول الفاظ یا عربی کے علاوہ الفاظ پر یا جن الفاظ کا معنی معلوم نہ ہو ان پر مشتمل ہو تو یہ مذموم و ممنوع ہے کہ اس میں کفریہ بات یا اس کے قریب معنی ہونے کا احتمال ہے۔ بہر حال آیات و اذکارِ معروفہ سے دم کرنا تو اس میں کوئی ممانعت نہیں بلکہ یہ سنت ہے۔ دم سے ممانعت اور دم کے جواز پر مشتمل احادیث میں یونہی تطبیق کی جاتی ہے۔[1]

"التعلیق الممجد علی موطأ محمد" میں ہے: بما کان فی القرآن، أی بآیاته وحروفه، وکذا مطلق الذکر بشرط أن یکون بلسان عربی أو غیره ویعرف معناه، وکذا یجوز أن یُکتب شیء من القرآن أو غیره علی شیء ویغسل به ویسقی المریض۔۔ ولآیات الشفاعة الواردة فی القرآن ۔ والقرآن کله شفاء ۔ ولسورة الفاتحة فی هذا الباب تأثیر بلیغ مجرّب، ولا یجوز أن یُکتب شیء من القرآن بالدم أو غیره من النجاسات، ومن حَکَم بجوازه فقد أتی بما یرضی به الشیطان. وأما ما کان لا یُعرف

(1) الفتوحات الربانیة علی الاذکار النواویة، 4/40

معناه بأن يكون فيه ألفاظ مجهولة المعنى غريبة المبنى فلا يجوز أن يُرقى به لاحتمال أن يكون فيه كلمة كفر أو شرك مما يتضمَّنُه رقى أكثر أرباب الرقى إلاّ أن يكون عُرِض على النبى صلى الله عليه وسلم وأجازه، وزيادة التفصيل فى هذا البحث فى "مدارج النبوة" و"المواهب اللدنيَّة" وشرحه، و"الحصن الحصين" وشرحه.

ترجمہ: جو کچھ قرآن میں ہے تو اس سے دم کیا جائے یعنی اس کی آیات و حروف سے۔ اسی طرح مطلق ذکر سے بھی جائز ہے خواہ عربی میں یا غیر عربی میں ہو بشر طیکہ اس کا معنی معلوم ہو۔ اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ قرآن میں سے یا اس کے علاوہ کوئی وظیفہ کسی چیز پر لکھ کر دھو کر مریض کو پلایا جائے۔ شِفا والی آیات قرآن میں موجود ہیں۔ اور قرآن سارا ہی شفاء ہے۔ جبکہ سورہ فاتحہ کو تو اس میں مؤثر اور مجرب سمجھا جاتا ہے۔ قرآن میں کسی آیت یا حرف کو خون یا اس کے علاوہ کسی بھی ناپاک سے لکھنا جائز نہیں ہے، جس نے اس کے جواز کا قول کیا تو اس نے شیطان کو راضی کیا۔ اور جن حروف کا معنی معلوم نہ ہو بلکہ اس میں مجہول و غریب الفاظ ہوں تو اس سے دم جائز نہیں ہے کہ ممکنہ طور پر اس میں کفر یا شرک کے کلمات ہو سکتے ہیں کہ کئی دم کرنے والے ان سے بھی دم کرتے ہیں سوائے ان کے جنہیں نبی علیہ السلام پر پیش کر دیا گیا ہو اور آپ نے ان کی اجازت دی ہو، اس بارے میں زیادہ تفصیل مدارج النبوۃ، المواھب اللدنیہ اور ان کی شروحات یونہی الحصن الحصین اور اس کی شرح میں موجود ہے۔[1]

"فصول الآداب و مكارم الاخلاق المشروعة" میں ہے: ولا بأس بالرقية بأسماء الله تعالى، وكذلك التعويذ به.

---

(1) التعلیق المجد علی موطا محمد، 3/382

ترجمہ: اللہ پاک کے ناموں سے دم کرنا اور ان کا تعویذ بنانے میں کوئی حرج نہیں۔[1]

شرائط کی توضیح

یہاں کتب وغیرہ میں اگرچہ تین شرائط بیان ہوئی ہیں، لیکن حقیقتِ حال میں یہ ایک ہی شرط ہے۔ کیونکہ ان میں سے پہلی شرط کہ "اسماء وصفات باری تعالیٰ میں سے دم کرنا ہو" یہ لازم نہیں، بلکہ افضل ہے جیسا کہ خود مرفوع احادیث ومتعدد آثار سے اس کا ثبوت دموں کے ساتھ ماقبل گزر چکا ہے، اس شرط کا مستفاد یہ ہے کہ بنفسہ وہ دم جائز ہو اگرچہ افضل وہ دم ہیں جو قرآن و احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ نیز کئی علماء نے اس بات کی واضح تصریح کی ہے کہ مسلم شریف کی حدیث مطلق ہے تو اس کے مقتضی کے مطابق بزرگوں کے مجربات اور دیگر رائج دم جن میں کوئی کفریہ، شرکیہ معنی نہ ہوں اور اس کے الفاظ قابلِ فہم ہوں تو جائز ہیں۔

دوسری شرط کا حاصل کلام بھی یہی ہے کہ اس دم میں کوئی شرکیہ یا کفریہ ممنوع الفاظ نہ ہوں۔ اسی طرح عربی زبان کے لزوم کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ عربی زبان علماء میں معروف اور اس کے معانی معلوم ہیں۔ لیکن اگر کسی دوسری زبان میں ہوں تو اب علماء اگر اس زبان سے واقف نہیں ہیں تو ممکنہ طور پر وہ تعویذ کسی کفریہ یا شرکیہ کلمات پر مشتمل ہوسکتے ہیں اسی وجہ سے عربی کی قید لگائی گئی، لیکن اگر یہ زبان علماء میں معروف ہو یا اس کی شرعی تفتیش علماء سے ہو چکی ہو تو اب کسی بھی زبان میں ہونا، جواز سے مانع نہیں۔ کیونکہ جواز سے ممانعت معانی سے جہالت کا ہونا ہے، تو اگر وہ زائل ہو

---

(1) فصول الاداب ومکارم الاخلاق المشروعۃ، ص57

جائے تو اب ہر زبان میں تعویذ و دم جائز ہیں۔ نیز مجھول الفاظ سے ممانعت کی وجہ بھی یہی ہے کہ کہیں وہ الفاظ کسی غیر شرعی معنی پر مشتمل نہ ہوں۔

اسی طرح تیسری شرط میں بھی بالذات تاثیر کی نفی کر کے شرکیہ اعتقاد کی نفی کی گئی ہے کیونکہ کوئی بھی چیز بالذات نفع نہیں دیتی بلکہ تقدیر الٰہی ہی کارفرما ہوتی ہے۔ لہٰذا ان شرائط کا مستفاد یہی ہے کہ ہر طرح کا دم قرآن و حدیث سے ہو یا اس کے علاوہ مجربات و کلمات سے ہو جائز ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی کفریہ یا شرکیہ یا کوئی بھی غیر شرعی بات نہ ہو۔

اسی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وقد تمسك قوم بهذا العموم فأجازوا كل رقية جربت منفعتها ولو لم يعقل معناها لكن دل حديث عوف أنه مهما كان من الرقى يؤدي إلى الشرك يمنع وما لا يعقل معناه لا يؤمن أن يؤدي إلى الشرك فيمتنع احتياطا.

ترجمہ: کچھ لوگوں نے اس عموم سے دلیل پکڑی اور انہوں نے ہر اس دم کی اجازت دی جس سے نفع کا تجربہ ہو چکا ہو اگرچہ اس کے معنی معلوم نہ ہوں، لیکن حضرت عوف رضی اللہ عنہ والی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب دم شرک کی طرف لے جانے والا ہو تو وہ ممنوع ہے اور جس کا مفہوم معلوم نہ ہو تو اس میں شرک سے محفوظ ہونا مامون نہیں۔ لہٰذا ایسا دم احتیاطی طور پر منع ہوگا۔[1]

دم کی تین اقسام:

"المواهب اللدنيه بالمنح المحمديه" میں ہے: وقال القرطبي: الرقى ثلاثة أقسام: أحدها: ما كان يرقى به في الجاهلية، مما لا يعقل معناه، فيجب اجتنابه لئلا

(1) فتح الباری لابن حجر، 10/195

يكون فيه شرك أو يؤدي إلى الشرك. الثاني: ما كان بكلام الله أو بأسمائه فيجوز، فإن كان مأثورا فيستحب. الثالث: ما كان بأسماء غير الله من ملك أو صالح أو معظم من المخلوقات كالعرش قال: فهذا ليس من الواجب اجتنابه.

ترجمہ: امام قرطبی فرماتے ہیں: دم کی تین قسمیں ہیں: پہلی وہ جو زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا اور اس کے معنی معلوم نہ ہوتے تھے، تو اس سے بچنا واجب ہے کہ کہیں اس میں شرک یا شرک کی طرف جانے والی کوئی بات شامل نہ ہو۔ دوسری جو اللہ کے ناموں یا قرآن سے ہو تو یہ جائز و منقول اور مستحب ہے۔ تیسری وہ جو اللہ کے علاوہ مخلوق میں سے کسی فرشتے یا نیک و معظم ہستی کے نام سے ہو جیسے عرش وغیرہ۔ لہٰذا اس سے بچنا لازم نہیں ہے۔ (1)

اہم سبق

علاوہ ازیں ہر بات پر حدیث کی رٹ لگانے والوں کو یہ بات بھی بخوبی جان لینی چاہیے کہ حدیث پاک میں بھی مطلق طور پر، خواہ زمانہ جاہلیت کا ہو جبکہ معنی معلوم ہوں یا ظہور اسلام کے بعد کا ہو، بہر حال دم کرنے کا جواز بیان ہوا ہے بشرطیکہ اس میں شرک نہ ہو۔ یہ جواز نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے دموں سے متعلق سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ تفصیلاً پیچھے گزر چکا۔ زمانہ جاہلیت میں قرآن و احادیث کے دموں کا نہ ہونا کسی عاقل سے مخفی نہیں اور پھر ان کی اجازت زمانہ اسلام میں دی جارہی ہے جبکہ قرآن و حدیث میں دم موجود تھے تو اس وجہ سے کسی بھی جائز دم سے منع کرنا یا شرک و بدعت کے فتویٰ لگانا، صحیح حدیث کی صریح مخالفت، جہالت اور دین دشمنی ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا لازم ہے۔

---

(1) المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، 3/23

تعویذ لٹکانے کے جواز پر چند تصریحات

گزشتہ اوراق میں تعویذ کا جواز مطلق طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ تعویذات و دم اور جھاڑ پھونک خواہ کسی بھی زبان میں ہوں، کسی طرح کے بھی معلوم و جائز معنی و مفہوم پر مشتمل ہوں اگرچہ وہ الفاظ قرآن و حدیث یا دعا کے نہ ہوں تو ان سے دم کرنا جائز ہے۔

لہٰذا جب یہ ثابت ہو چکا ہے تو اب تعویذ کو گلے میں لٹکانے یا بازو وغیرہ جسمانی اعضاء پر باندھنے کی شرعی حیثیت جان لیں کہ جس طرح اپنی ذات میں تعویذ و دم درود کرنا علاج کی ایک قسم ہے جس میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح تعویذ لٹکانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اپنی ذات میں لٹکانا بھی کوئی غیر شرعی عمل نہیں ہے، بلکہ یہ اسی علاج یعنی تعویذ کو استعمال کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ جس طرح پھونک مار کر دم کرنا، پانی پر دم کر کے پانی مریض کو پلانا یا اس کے جسم پر بہانا حصول برکت و شفاء کا باعث ہیں، اسی طرح تعویذ لٹکا کر دم کرنا بھی اسی برکت و شفاء کا ذریعہ ہے۔

اس کی ایک نقلی دلیل پیچھے گزر چکی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص جسے پہلے آپ نے خود گلے میں پہنا ہوا تھا پھر آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام پر ڈالی گئی تو اس سے ان کو بھی شفامل گئی۔ اسی طرح تعویذ کو بھی گلے وغیرہ میں ڈالنے کا عمل ہے جس کے جواز میں اصلاً کوئی حرج نہیں۔ متقدمین میں سے جو بعض علماء نے اس کی ممانعت کا قول کیا تو وہ درحقیقت غیر شرعی تعویذات پر محمول ہے۔ کیونکہ جس تمائم والی حدیث کی بنیاد پر انہوں نے یہ قول کیا ہے تو اس کی شرح ماقبل گزر چکی ہے کہ اس سے زمانہ جاہلیت کے کفریہ و شرکیہ اور کاہنوں و جادوگروں کے تعویذ مراد تھے اور وہ

ان چیزوں کو لٹکا کر انہیں مؤثر بالذات جانتے تھے، اس کو بنیاد بنا کر جائز تعویذات کے لٹکانے کو ناجائز کہنا لاعلمی و جہالت ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے تعویذات میں کفریہ و شرکیہ باتیں نہیں ہوتیں اور نہ ہی وہ ان تعویذات کو مؤثر بالذات جانتے ہیں، بلکہ ہر مسلمان کا اعتقاد یہی ہوتا ہے کہ مؤثر حقیقی اللہ پاک کی ذات ہے۔ راجح اور اصل قول یہی ہے کہ تعویذ لٹکانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

علاوہ ازیں، یہ عام فہم بات ہے کہ جب قرآن و حدیث یا کسی دوسرے مشروع دم کا کرنا جائز ہے تو اسی تعویذ کو اپنے پاس محفوظ رکھ کر اس سے برکتیں لینا کیوں ناجائز ہو جائے گا۔ حالانکہ جس طرح دم کرنے میں شفاء دینے والی ذات اللہ پاک کی ہے تو اسی طرح لٹکانے میں بھی وہی ذات تدبیر فرمانے والی ہے۔

اسی مضمون کو امام قرطبی نے بھی بیان کیا۔ چنانچہ "تفسیر قرطبی" میں ہے: وهذا كله تحذير مما كان أهل الجاهلية يصنعونه من تعليق التمائم والقلائد، ويظنون أنها تقيهم وتصرف عنهم البلاء، وذلك لا يصرفه إلا الله عز وجل، وهو المعافى والمبتلى، لا شريك له. فنهاهم رسول الله صلى الله عليه وسلم عما كانوا يصنعون من ذلك في جاهليتهم... وما روى عن ابن مسعود يجوز أن يريد بما كره تعليقه غير القرآن أشياء مأخوذة عن العراقيين والكهان، إذ الاستشفاء بالقرآن معلقا وغير معلق لا يكون شركا، وقوله عليه السلام: "من علق شيئا وكل إليه" فمن علق القرآن ينبغي أن يتولاه الله ولا يكله إلى غيره، لأنه تعالى هو المرغوب إليه والمتوكل عليه في الاستشفاء بالقرآن.

ترجمہ: ممانعت والی سب روایات اس بات سے ڈرانے کے لیے ہیں جو جاہلیت

کے لوگ کیا کرتے تھے؛یعنی تعویذ اور ڈوریاں لٹکاتے تھے اور یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ چیزیں ان کی حفاظت کریں گی اور ان سے بلاؤں کو دور کریں گی۔ حالانکہ بلاؤں کو صرف اللہ دور کرتا ہے، وہی شفاء دینے والا اور آزمائش میں مبتلا کرنے والا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے انہیں ان کاموں سے منع فرمایا جنہیں وہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے اور جو روایت حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے تو ہو سکتا ہے کہ آپ نے جس چیز کو ناپسند فرمایا اس سے مراد قرآن کے علاوہ دیگر چیزوں کو لٹکانا ہو جو کہ عراق کے جادوگروں یا کاہن پرستوں سے لی گئی ہوں۔ کیونکہ قرآن سے شفاء حاصل کرنا، چاہے لٹکا کر ہو یا بغیر لٹکائے شرک نہیں ہوتا۔ اور حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا فرمان: ”جس نے کوئی چیز لٹکائی اسے اسی کے سپرد کر دیا گیا“ لہٰذا جو قرآن پاک میں سے لکھ کر لٹکائے تو مناسب یہی ہے کہ اللہ پاک ہی اس کا والی ہو اور اسے کسی اور کے سپرد نہ کرے کیونکہ مطلوب و مقصود اللہ پاک ہی ہے اور قرآن پاک سے شفاء حاصل کرنے میں اسی پر بھروسا ہے۔(1)

”ترمذی شریف“ اور ”النفقه على العيال لابن ابی الدنیا“ میں ہے: عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا كلمات نقولهن عند النوم من الفزع «بسم الله أعوذ بكلمات الله التامة من غضبه وعقابه ومن شر عباده ومن همزات الشياطين وأن يحضرون» قال: وكان عبد الله بن عمرو يعلمها من بلغ من ولده ومن لم يبلغ أن يقولها، كتبه فعلقه عليه.

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی

(1) تفسیر القرطبی= الجامع لاحکام القران، 10/ 320

کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہمیں سوتے وقت ڈرنے سے حفاظت کے لیے یہ کلمات سکھاتے تھے "بسم اللہ أعوذ بکلمات اللہ التامة من غضبه وعقابه ومن شر عباده ومن همزات الشیاطین وأن یحضرون."

کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو اسے اپنی بالغ اولاد کو سکھاتے تھے اور نابالغ اولاد جو یہ کلمات نہیں کہہ سکتے تھے تو یہ کلمات لکھ کر اُن کے گلے میں لٹکاتے تھے۔ (1)

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں ہے: حدثنا وهیب، قال: حدثنا أیوب أنه رأى فی عضد عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر خیطا.

ترجمہ: ایوب نے ہمیں بیان کیا ہے کہ انہوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے) کے بازو پر دھاگہ یعنی تعویذ نماز چیز باندھی ہوئی دیکھی۔ (2)

"المفهم لما أشكل من تلخیص كتاب مسلم" میں ہے: قال القاضی عیاض رحمه اللہ فی النفث: وفائدة ذلك ۔ واللہ أعلم ۔ التبرك ببلل الرطوبة أو الهواء والنفس المباشر للرقیة الحسنة، كما یتبرك بغسالة ما یكتب من أسماء اللہ الحسنى فی النشر. قال: وقد یكون ذلك على وجه التفاؤل من زوال ذلك الألم وانفصاله عن المریض كانفصال ذلك النفث، وقد كان مالك ینفث إذا رقى نفسه.

ترجمہ: قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دم میں پھونک مارنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں رطوبت یا سانس کی برکت ہوتی ہے جیسے اللہ کے اسماء سے لکھی ہوئی تحریر کے دھوون سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔ یہ پھونک بیماری کے زوال اور اس

(1) النفقة علی العیال لابن ابی الدنیا، 2/ 861
(2) مصنف ابن ابی شیبة، 5/ 44 ت الحوت

کے بیمار سے جدا ہونے کی علامت و نیک شگون کے طور پر بھی ہو سکتی ہے جیسے وہ پھونک اس سے جدا ہو گئی ہے۔ امام مالک خود پر دم کرتے وقت پھونک مارا کرتے تھے۔ (1)

"المنہاج فی شعب الایمان" میں ہے: من علق القرآن ینبغی أن یتولاہ ولا یکلہ إلی غیرہ، لأنہ جل ثناؤہ وھو المرغوب إلیہ والمتوکل علیہ فی الاستشفاء بالقرآن. فثبت أن المراد بالحدیث من علق شیئًا من التمائم الجاھلیة واللہ أعلم.

ترجمہ: جو قرآن پاک میں سے لکھ کر لٹکائے تو اس کا معاملہ قرآن کی طرف ہو گا نہ کہ کسی دوسرے کے پاس۔ کیونکہ یہ اللہ پاک کی حمد و ثنا بیان کرنا ہے اور اللہ پاک ہی مطلوب و مقصود ہے اور قرآن کے ذریعے شفا چاہنے میں اللہ پر ہی بھروسا چنانچہ ثابت ہوا کہ تعویذ لٹکانے سے ممانعت والی حدیث سے زمانہ جہالت کے تعویذات مراد ہیں۔ واللہ اعلم (2)

"فتاویٰ عالمگیری" میں ہے: ولا بأس بتعلیق التعویذ ولکن ینزعہ عند الخلاء والقربان کذا فی الغرائب.

ترجمہ: تعویذ کو معلق کرنے (پہننے) میں کوئی حرج نہیں، لیکن بیت الخلاء جاتے وقت اور صحبت کرتے وقت اسے اتار دے۔ (3)

بہارِ شریعت میں درمختار و رد المحتار کے حوالے سے ہے: گلے میں تعویذ لٹکانا جائز ہے جبکہ وہ تعویذ جائز ہو یعنی آیاتِ قرآنیہ یا اسمائے الٰہیہ یا ادعیہ سے تعویذ کیا گیا ہو

(1) المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، 5/591

(2) المنہاج فی شعب الایمان، 2/39

(3) الفتاوی العالمکیریۃ = الفتاوی الہندیۃ، 5/356

اور بعض حدیثوں میں جو ممانعت آئی ہے اس سے مراد وہ تعویذ ہیں جو ناجائز الفاظ پر مشتمل ہوں، جو زمانہ جاہلیت میں کیئے جاتے تھے، اسی طرح تعویذات اور آیات و احادیث و ادعیہ رکابی میں لکھ کر مریض کو بہ نیتِ شفاء پلانا بھی جائز ہے۔ جنب و حائض ونفسا بھی تعویذات کو گلے میں پہن سکتے ہیں، بازو پر باندھ سکتے ہیں جبکہ تعویذات غلاف میں ہوں۔ (1)

جنتی زیور میں ہے: گلے میں تعویذ پہننا یا بازو پر تعویذ باندھنا اسی طرح بعض دعاؤں یا آیتوں کو کاغذ پر یا رکابی پر لکھ کر شفا کی نیت سے دھو کر پلانا بھی جائز ہے یاد رکھو کہ بعض حدیثوں میں جو گلے میں تعویذ لٹکانے کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد زمانہ جاہلیت کے وہ تعویذات ہیں جو مشرکانہ منتروں سے بنائے جاتے تھے ایسے جنتروں کا پہننا آج کل بھی حرام ہے لیکن قرآن کی آیتوں اور حدیثوں کے تعویذات ہمیشہ اور ہر زمانے میں جائز رہے ہیں اور اب بھی جائز ہیں۔ (2)

اسی متعلق ''کتاب التوحید'' میں ابن عبد الوھاب نجدی نے لکھا: ''التمائم'': شیء یعلق علی الأولاد من العین؛ لکن إذا کان المعلَّق من القرآن فرخص فیه بعض السلف.

ترجمہ: تمائم (تعویذات) سے مراد وہ چیزیں ہیں جو بچوں کو نظر بد (وغیرہ) سے بچانے کے لیے لٹکائی جاتی ہیں؛ لیکن اگر وہ چیزیں قرآن سے ہوں تو بعض اسلاف نے اس کی اجازت دی ہے۔ (3)

---

(1) بہار شریعت، حصہ 16، ص155، 156
(2) جنتی زیور، 410
(3) کتاب التوحید، ص29

لہذا ثابت ہوا کہ تعویذ لٹکانے سے ممانعت والی حدیث سے زمانہ جہالت یا شرک والے تعویذات مراد ہیں وگرنہ اگر محض لٹکانے میں ممانعت ہوتی تو پھر قرآن سے بھی جائز نہ ہوتا۔ واللہ اعلم

متفرق کتب (فقہ وعقائد وسیرت) سے دم درود اور تعویذات کا جواز

جھاڑ پھونک، دم درود اور تعویذات کے جواز پر سینکڑوں کتب میں متفرق مقامات پر کلام موجود ہے جس کا استیعاب کرنا مشکل تر ہے۔ یہاں ذیل میں کچھ کتب سے منتخب عبارات وجزئیات ملاحظہ فرمائیں کہ قدیم وجدید کے اکثر لوگ نہ صرف اس کے جواز کے قائل تھے، بلکہ باقاعدہ اس کے عامل بھی تھے، بلکہ بعض کتب میں ہے کہ اسلاف میں سے کئی بزرگ اسی سے معروف ہو گئے تھے۔

چنانچہ، "تاریخ دمشق لابن عساکر" اور "النجوم الزاهرة فی ملوك مصر والقاهرة" وغیرہ کتب میں ہے:قال أبو سعيد الإدريسیّ الحافظ:صالح بن محمد جزرة، ما أعلم فی عصره بالعراق وخراسان فی الحفظ مثله. ولقّب جزرة لأنه جاء فی حديث عبد الله بن بشر أنه كانت عنده خرزة يرقی بها المرضی، وكانت لأبی أمامة الباهلیّ، فصحّفها جزرة.

ترجمہ:حافظ امام ابو سعید ادریسی فرماتے ہیں:میں نے عراق وخراسان میں صالح بن محمد جزرہ کی مثل ان کے ہم عصروں میں کوئی نہیں دیکھا۔ان کا لقب جزرہ ہے؛ کیونکہ عبد اللہ بن بشر کی حدیث میں آیا ہے کہ ان کے پاس ایک تعویذ تھا جس سے وہ مریضوں کو دم کرتے تھے اور وہ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کا تھا تو انہوں (صالح بن محمد) نے خرزہ کو جزرۃ سمجھ لیا۔[1]

"المنهيات" میں ہے:فأما الرقی التی يرقيها الراقی بالقرآن والعزائم يستشفی، فلا بأس به؛ لأن هذا تبرك وتفاؤل.

---

(1) النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ، 3/161

ترجمہ: وہ دم جسے قرآن یا دعاؤں کے ذریعہ کیا جاتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ یہ تبرک اور نیک شگون کے طور پر ہوتا ہے۔[1]

"سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد" میں ہے: وروى الإمام أحمد وابن ماجة عن عبيد الله بن رفاعة الزرقي- رضي الله تعالى عنه- أنّ أسماء بنت عميس- رضي الله تعالى عنها- قالت: يا رسول الله، إن ولد جعفر تصيبهم العين أفأسترقي لهم؟ قال: نعم، فإنه لو كان شيء سابق القدر لسبقته العين. وروى الإمام مالك عن حميد بن قبيس قال: دخل رجل على رسول الله صلى الله عليه وسلم بابني جعفر بن أبي طالب، فقال لحاضنتهما: مالي أراهما ضارعين فقالت حاضنتهما: يا رسول الله، إنّه تسرع إليهما العين. ولم يمنعنا أن نسترقي لهما إلا أنّا لا ندري ما يوافقك من ذلك، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: استرقوا لهما، فإنه لو سبق شيء القدر لسبقته العين.

ترجمہ: امام احمد و ابن ماجہ نے عبید اللہ بن رفاعہ زرقی سے روایت کیا ہے کہ اسماء بنت عمیس نے عرض کیا: یارسول اللہ! جعفر کے بچوں کو نظر بد لگ گئی ہے تو کیا میں ان کو دم کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: جی ہاں، کیونکہ تقدیر پر اگر کوئی چیز بڑھ سکتی تو نظر بد بڑھ جاتی۔ اور امام مالک نے حمید بن قبیس سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے پاس جعفر بن ابو طالب کے بیٹوں کے ساتھ حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ان کی دایہ سے پوچھا: کیا ہوا ہے کہ میں ان دونوں کو کمزور دیکھ رہا ہوں؟ تو ان کی دایہ نے کہا: یارسول اللہ! ان دونوں کو

(1) المنہیات، ص62

نظر بد جلد متاثر کر دیتی ہے اور ہم نے ان کو دم نہیں کیا کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ آپ کو پسند ہے یا ناپسند۔ حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: ان کو دم کرو۔ کیونکہ تقدیر پر اگر کوئی چیز بڑھ سکتی تو نظر بد بڑھ جاتی۔[1]

"رد المحتار" میں ہے: قال فی الخانیة: امرأة تصنع آیات التعویذ لیحبها زوجها بعد ما کان یبغضها ذکر فی الجامع الصغیر: أن ذلك حرام ولا یحل اهـ وذکر ابن وهبان فی توجیهه: أنه ضرب من السحر والسحر حرام اهـط ومقتضاة أنه لیس مجرد کتابة آیات، بل فیه شیء زائد قال الزیلعی: وعن ابن مسعود ۔ رضی الله تعالی عنه۔ أنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: «إن الرقی والتمائم والتولة شرك» رواه أبو داود وابن ماجه والتولة أی بوزن عنبة ضرب من السحر قال الأصمعی: هو تحبیب المرأة إلی زوجها، وعن «عروة بن مالك رضی الله عنه أنه قال: کنا فی الجاهلیة نرقی فقلنا: یا رسول الله کیف تری فی ذلك؟ فقال اعرضوا علی رقاکم لا بأس بالرقی ما لم یکن فیه شرك» رواه مسلم وأبو داود اهـ وتمامه فیه وقدمنا شیئا من ذلك قبیل فصل النظر وبه اندفع تنظیر ابن الشحنة فی کون التعویذ ضربا من السحر.

ترجمہ: فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ اگر کوئی عورت آیاتِ قرآنیہ سے تعویذ بناتی ہے تاکہ اس کا شوہر اس سے محبت کرے جبکہ وہ اس سے نفرت کرتا ہو تو جامع الصغیر میں ہے کہ یہ حرام ہے اور اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے، انتہی۔ ابن وہبان نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ یہ جادو کی قسم سے ہے اور جادو کرنا حرام ہے، انتہی۔ اس

(1) سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، 9/321

کا مقتضی یہ ہے کہ یہ محض آیات کی کتابت سے نہیں ہے، بلکہ اس میں کچھ زائد (جادو) بھی ہوتا ہے۔ امام زیلعی نے کہا: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا: دم کرنا، تعویذ لٹکانا اور محبت کا جادو شرک ہے۔ اسے ابو داود و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ "التولۃ" یہ "عنبۃ" کے وزن پر ہے جو جادو کی ایک قسم ہے۔ اصمعی کہتے ہیں: یہ عورت کا مرد کو محبت میں قابو کرنا ہے۔ عروہ (عوف) بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے، تو ہم نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے دموں کو میرے سامنے پیش کرو۔ دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں شرک نہ ہو۔ اسے مسلم وابو داود نے روایت کیا، انتہی۔ اور اس کی پوری تفصیلی اسی میں ہے اور کچھ چیزیں ہم نے ما قبل میں بھی نظر کی فصل سے کچھ پہلے ذکر کر دی ہیں اور اس سے ابن شحنہ کا تعویذ کو جادو کی قسم میں سے قرار دینے والی بات کا بھی رد ہو گیا ہے۔(1)

"فقه السيرة النبوية مع موجزلتاريخ الخلافة الراشدة" میں ہے: مشروعية الرّقية وفضلها: وهي التعويذة. ودليل ذلك ما رويناه من حديث البخاري ومسلم أنه صلى الله عليه وسلم كان إذا اشتكى نفث على نفسه بالمعوّذات ومسح عنه بيده...إلخ. وقد كان صلى الله عليه وسلم يرقي أصحابه بالقرآن آنا، وبالأذكار والأدعية أخرى. روى مسلم عن عائشة رضي الله عنها قالت: «كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا اشتكى منا إنسان مسحه بيمينه ثم قال: أذهب البأس ربّ

(1) حاشیۃ ابن عابدین = رد المحتار ط الحلبی، 6/ 429

الناس، واشف وأنت الشافی، لا شفاء إلا شفاؤك شفاء لا یغادر سقما» ، وروی البخاری ومسلم عن عائشة رضی الله عنها أن النّبی صلی الله علیه وسلم کان إذا اشتکی یقرأ علی نفسه بالمعوذات وینفث، فلما اشتد وجعه کنت أقرأ علیه وأمسح عنه بیده رجاء برکتها. ومن أوضح الأدلة علی مشروعية الرقية بالقرآن الکریم قوله تعالی: ﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا (۸۲)﴾ [الإسراء 17 / 82] .والفرق بین الدعاء والرقیة أن الرقیة تزید علیه المسح بالید والنفث بالفم، وهو النفخ بدون ریق، فی الأصح.

ترجمہ: دم کا جواز اور اس کے فضائل: یہاں دم سے تعویذ مراد ہے۔اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام جب بیمار ہوتے تو اپنے اوپر معوذ تین پڑھ کر دم کرتے اور اس جگہ کو اپنے ہاتھوں سے مسح کرتے، الخ۔ اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے اصحاب کو کبھی قرآن اور کبھی اذکار و دعاؤں سے دم کرتے تھے۔امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ آپ فرماتی ہیں: جب ہم سے کوئی بیمار ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس پر ہاتھ کر یوں دعا پڑھتے تھے: أذهب البأس ربّ الناس، واشف وأنت الشافی، لا شفاء إلا شفاؤك شفاء لا یغادر سقما.

بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب بیمار ہوتے تھے تو معوذ تین پڑھ کر دم کرتے تھے، پھر جب آپ شدید بیمار ہوتے تو میں آپ پر پڑھ کر آپ کے مبارک ہاتھوں کو برکت کی امید سے آپ پر مسح کرتی۔ اور تعویذات و دم کے جواز پر سب سے واضح دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے: اور ہم

قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔ دعا اور دم میں فرق یہ ہے کہ دم میں ہاتھ سے مسح کرنا اور منہ سے پھونک مارنا زائد ہوتا ہے، اور پھونک صحیح روایت کے مطابق تھوک کے بغیر ہوتی ہے۔ (1)

"سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد" میں ہے: قال ابن إسحاق: زادني رجل في هذه الرقية: شجنة قرنية ملحة بحر قفطا وقطيفة موسى معها والمسيح يلبسها، ما لنا أن لا نتوكّل على الله، وقد هدانا سبلنا ولنصبرنّ على ما آذيتمونا وعلى الله فليتوكّل المتوكّلون، وقال محمد بن إسحاق: قرأت ما لا أحصى من هذه الرّقى».

ترجمہ: ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھے اس دم میں سے یہ دم بتایا: شجنة قرنية ملحة بحر قفطا وقطيفة موسى معها والمسيح يلبسها، ما لنا أن لا نتوكّل على الله، وقد هدانا سبلنا ولنصبرنّ على ما آذيتمونا وعلى الله فليتوكّل المتوكّلون۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے اس دم (یعنی بچھو کے کاٹنے والے) کو بے شمار بار پڑھا ہے۔ (2)

"شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية" میں ہے: وجواز الرقى بما لا ضرر فيه، وإن كان بغير أسماء الله وكلامه، لكن إذا فهم معناه.

ترجمہ: جس چیز میں ضرر نہ ہو اس سے دم کرنا جائز ہے، اگرچہ وہ کلام الٰہی اور

---

(1) فقہ السیرۃ النبویۃ مع موجز لتاریخ الخلافۃ الراشدۃ، ص340
(2) سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، 12/79

اسمائے باری تعالیٰ کے علاوہ سے ہو بشر طیکہ اس کا معنیٰ مفہوم ہوتا ہو۔[1]

"تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق" میں ہے: ولا بأس بالرقی؛ لأنه علیه الصلاة والسلام کان یفعل ذلك، وما جاء فیه من النهی عنه علیه الصلاة والسلام محمول علی رقی الجاهلیة إذ کانوا یرقون بکلمات کفر ألا تری إلی ما یروی عن «عروة بن مالك أنه قال کنا فی الجاهلیة نرقی فقلنا یا رسول الله کیف تری فی ذلك فقال اعرضوا علی رقاکم لا بأس بالرقی ما لم یکن فیه شرك» رواه مسلم، وأبو داود، وعن ابن مسعود أنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول إن «الرقی والتمائم والتولة شرك» رواه أحمد، وأبو داود وابن ماجه والتولة ضرب من السحر قال الأصمعی هو تحبیب المرأة إلی زوجها، وعن جابر أنه قال «نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الرقی فجاء آل عمرو بن حزم فقالوا یا رسول الله إنه کانت عندنا رقیة نرقی بها من العقرب فإنك نهیت عن الرقی قال فعرضوها علیه فقال ما أری بأسا من استطاع منکم أن ینفع أخاه فلیفعل» رواه مسلم. وعن عائشة رضی الله عنها قالت «کان رسول الله صلی الله علیه وسلم إذا مرض أحد من أهله نفث علیه المعوذات فلما مرض مرضه الذی مات فیه جعلت أنفث علیه، وأمسحه بید نفسه؛ لأنها أعظم برکة من یدی» رواه البخاری، ومسلم، وأحمد.

ترجمہ: جھاڑ پھونک میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ نبی علیہ السلام بھی ایسا فرمایا کرتے تھے۔ اور جو ممانعت آئی ہے تو وہ جاہلیت کے دموں پر محمول ہے کہ وہ کفریہ کلمات سے دم کرتے تھے۔ کیا آپ نے وہ حدیث ملاحظہ نہیں فرمائی کہ عوف بن مالک کہتے

(1) شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة، 9/378

ہیں: ہم زمانۂ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے، تو ہم نے عرض کی۔ یارسول اللہ! آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے دموں کو میرے سامنے پیش کرو۔ دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں شرک نہ ہو۔ اسے امام مسلم و ابو داود نے روایت کیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا: دم کرنا، تعویذ لٹکانا اور محبت کا جادو شرک ہے۔ اسے امام احمد، ابو داود و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے "التولۃ" یہ "عنبۃ" کے وزن پر ہے جو جادو کی ایک قسم ہے۔ اصمعی کہتے ہیں: یہ عورت کا مرد کو محبت میں قابو کرنا ہے۔ عروہ (عوف) بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے، تو ہم نے عرض کی۔ یارسول اللہ! آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے دموں کو میرے سامنے پیش کرو۔ دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں شرک نہ ہو۔ اسے مسلم وابو داود نے روایت کیا، ا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے دموں سے منع فرمایا، تو آل عمرو بن حزم کے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی: ہمارے پاس ایک دم ہے جس سے ہم بچھو کے ڈسے ہوئے کا علاج کرتے ہیں، اور آپ نے دم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: اسے میرے سامنے پیش کرو۔ پھر آپ نے فرمایا: میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ تم میں سے جو استطاعت رکھتا ہے تو وہ ضرور اپنے بھائی کو نفع پہنچائے۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے گھر والوں

میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ اس پر معوذات سے دم کرتے تھے، پھر جب نبی علیہ السلام اس بیماری میں مبتلاء ہوئے جس میں آپ نے وصال فرمایا تو میں آپ پر دم کرتی تھی اور پھر آپ کے ہاتھ کو ہی آپ پر برکت کے لیے پھیرتی تھی۔ کیونکہ ان مبارک ہاتھوں کی برکت میرے ہاتھ سے زیادہ ہے۔ اسے بخاری و مسلم و احمد نے روایت کیا۔[1]

"لسان العرب" میں ہے:وأما الحديث الآخر في صفة أهل الجنة: الذين يدخلونها بغير حساب وهم الذين لا يسترقون ولا يكتوون وعلى ربهم يتوكلون، فهذا من صفة الأولياء المعرضين عن أسباب الدنيا الذين لا يلتفتون إلى شيء من علائقها، وتلك درجة الخواص لا يبلغها غيرهم.

ترجمہ: وہ حدیث جو اہل جنت کی مدح میں آئی ہے کہ وہ لوگ بغیر حساب جنت میں جائیں گے اور وہ جھاڑ پھونک نہ کرنے والے ہوں گے، نہ داغ لگاتے ہوں گے اور یہ اپنے رب پر توکل کرنے والے ہوں گے، یہ اولیاء کی صفت ہے جو اسباب دنیا سے منہ موڑ لیتے ہیں اور دنیاوی وابستگیوں میں سے کسی چیز کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ لہٰذا یہ خاصانِ خدا کا مقام ہے جس تک عام عوام نہیں پہنچ سکتی۔[2]

"المواهب اللدنيه بالمنح المحمديه" میں ہے:وفي صحيح مسلم وله من حديث جابر: نهى رسول الله- صلى الله عليه وسلم عن الرقى، فجاء آل عمرو بن حزم، فقالوا: يا رسول الله، إنها كانت عندنا رقية نرقى بها من العقرب، قال: «فاعرضوها

(1) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وحاشیۃ الشلبی، 6/33

(2) لسان العرب، 14/332

علی»، قال: فعرضوا علیه، قال: «ما أری بأسا، من استطاع أن ینفع أخاه فلینفعه» وقد تمسك قوم بهذا العموم، فأجازوا کل رقیة جربت منفعتها، ولو لم یعقل معناها، لکن دل حدیث عوف أنه مهما کان من الرقی یؤدی إلی الشرك فإنه یمتنع، وما لا یعقل معناه لا یؤمن أن یؤدی إلی الشرك فیمنع احتیاطا....وقال قوم: المنهی عنه من الرقی ما یکون قبل وقوع البلاء، والمأذون فیه ما کان بعد وقوعه، ذکر ابن عبد البر والبیهقی وغیرهما.وروی أبو داود وابن ماجه، وصححه الحاکم عن ابن مسعود، رفعه «إن الرقی والتمائم والتولة شرك». والتمائم: جمع تمیمة وهی خرزة أو قلادة تعلق فی الرأس، کانوا فی الجاهلیة یعتقدون أن ذلك یدفع الآفات. والتولة: بکسر المثناة وفتح الواو واللام مخففا۔ شئ کانت المرأة تستجلب به محبة زوجها، وهو ضرب من السحر وإنما کان ذلك من الشرك لأنهم أرادوا دفع المضار وجلب المنافع من عند غیر الله، ولا یدخل فی ذلك ما کان بأسماء الله وکلامه.

ترجمہ: صحیح مسلم شریف کی حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دموں سے منع فرمایا تو آلِ عمرو بن حزم حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ہمارے پاس ایک دم ہے جس سے ہم بچھو کے ڈسے ہوئے کا علاج کرتے ہیں جبکہ آپ نے دم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس پر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: دم میرے سامنے پیش کرو۔ پھر آپ نے فرمایا: میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ تم میں سے جو استطاعت رکھتا ہے تو وہ ضرور اپنے بھائی کو نفع پہنچائے۔ اس عموم سے علماء کی ایک جماعت نے دلیل پکڑی ہے اور انہوں نے ہر آزمودہ نفع بخش دم کو جائز قرار دیا ہے اگرچہ اس کے معنی

مفہوم معلوم نہ ہوں لیکن عوف بن مالک کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صرف وہی دم جائز ہے جس میں شرک نہ ہو اور جس دم کے معنی معلوم نہ ہوں تو وہ شرکیہ الفاظ سے محفوظ نہیں ہے تو اس اعتبار سے احتیاطی طور پر ممانعت ہے۔ ابو داود، ابن ماجہ اور امام حاکم نے تصحیح کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جسے وہ مرفوعا بیان کرتے ہیں: دم کرنا، تعویذ لٹکانا اور محبت کا جادو شرک ہے۔ تمائم یہ تمیمہ کی جمع ہے اور اسے مراد موتی نما یا ڈوری ہے جسے زمانہ جہالت میں لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہوئے گلے میں لٹکاتے تھے کہ یہ مصیبتوں کو دور کرتے ہیں۔ تولہ سے مراد وہ چیز ہے جس سے عورت شوہر کی محبت حاصل کرتی تھی اور یہ جادو کی ایک قسم ہے، یہ شرک کے ذریعہ ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ مصیبتوں کو دور ہونے اور نفع پہنچنے کو غیر اللہ سے ہی مانتے تھے، اس میں اسمائے باری تعالیٰ یا کلام اللہ میں سے کچھ نہیں ہوتا تھا۔(1)

فتاوی رضویہ میں ہے: ”عملیات و تعویذ اسمائے الٰہی و کلام الٰہی سے ضرور جائز ہیں جبکہ ان میں کوئی طریقہ خلاف شرع نہ ہو مثلاً کوئی لفظ غیر معلوم المعنی جیسے حفیظی، رمضان، کعسلھون اور اور دعائے طاعون میں طاسوسا، عاسوسا، ماسوسا، ایسے الفاظ کی اجازت نہیں جب تک حدیث یا آثار یا اقوال مشائخ معتمدین سے ثابت نہ ہو، یونہی دفع صرع وغیرہ کے تعویذ کہ مرغ کے خون سے لکھتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے اس کے عوض مشک سے لکھیں کہ وہ بھی اصل میں خون ہے، یونہی حب و تسخیر کے لیے بعض تعویذات دروازہ کی چوکھٹ میں دفن کرتے ہیں کہ آتے جاتے اس پر پاؤں پڑیں یہ

(1) المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، 3/23

بھی ممنوع وخلاف ادب ہے، اسی طرح وہ مقصود جس کے لیے وہ تعویذ یا عمل کیا جائے اگر خلاف شرع ہونا جائز ہو جائے گا جیسے عورتیں تسخیر شوہر کے لیے تعویذ کراتی ہیں، یہ حکم شرع کا عکس ہے۔ اللہ عزّوجل نے شوہر کو حاکم بنایا ہے اسے محکوم بنانا عورت پر حرام ہے۔ یونہی تفریق وعداوت کے عمل و تعویذ کہ محارم میں کئے جائیں مثلاً بھائی کو بھائی سے جدا کرنا یہ قطع رحم ہے اور قطع رحم حرام، یونہی زن وشو میں نفاق ڈلوانا۔ حدیث میں فرمایا: لیس منّا من خبب امرأۃ علی زوجھا۔ جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔

بلکہ مطلقاً دو مسلمانوں میں تفریق بلاضرورت شرعی ناجائز ہے۔ حدیث میں فرمایا: لاتباغضوا ولاتدابروا الیٰ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکونوا عباداللہ اخوانا۔ (لوگو) ایک دوسرے سے عداوت نہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد گرامی تک "اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ"۔ (ت)

غرض نفس عمل یا تعویذ میں کوئی امر خلاف شرع ہو یا مقصود میں تو ناجائز ہے ورنہ جائز بلکہ نفع رسانی مسلم کی غرض سے محمود و موجب اجر۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو کوئی نفع پہنچائے تو پہنچائے۔ (امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔"[1]

(1) فتاوی رضویہ، 24/196-197

علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”رحمانی عملیات جائز ہیں جو قرآن شریف کی آیتوں اور مقدس دعاؤں کے ذریعہ کیئے جاتے ہیں مگر رحمانی عمل بھی اسی وقت جائز ہیں جب کہ شریعت اجازت دے مثلاً دشمنی ڈالنے کے لیے کوئی رحمانی عمل کیا جائے تو یہ اسی صورت میں جائز ہو گا کہ شریعت اس کو جائز قرار دے چنانچہ کسی مرد و عورت میں ناجائز تعلق ہو گیا ہے تو ان دونوں میں عداوت ڈالنے کے لیے کوئی رحمانی عمل کرنا جائز ہے بلکہ ثواب کا کام ہے کہ دونوں کو گناہ سے بچانا مقصود ہے لیکن میاں بیوی یا بھائی بھائی کے درمیان دشمنی ڈالنے کے لیے کوئی رحمانی عمل کرنا حرام اور گناہ ہے۔[1]

تعویذات میں اثر نہ ماننے کا عقلی جواب

فتاوی رضویہ میں ہے: ”تعویذات بیشک احادیث اور ائمہ قدیم وحدیث سے ثابت، اور اس کی تفصیل ہمارے فتاوی افریقہ میں ہے، تعویذات اسماء الٰہی وکلام الٰہی وذکر الٰہی سے ہوتے ہیں ان میں اثر نہ ماننے کا جواب وہی بہتر ہے جو حضرت شیخ ابو سعید الخیر قدس سرہ العزیز نے ایک ملحد کو دیا جس نے تعویذات کے اثر میں کلام کیا حضرت قدس سرہ نے فرمایا: تو عجیب گدھا ہے۔ وہ دنیوی بڑا مغرور تھا یہ لفظ سنتے ہی اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور گردن کی رگیں پھول گئیں اور بدن غیظ سے کانپنے لگا اور حضرت سے اس فرمانے کا شاکی ہوا، فرمایا میں نے تمہارے سوال کا جواب دیا ہے گدھے کے نام کا اثر تم نے مشاہدہ کر لیا کہ تمہارے اتنے بڑے جسم کی کیا حالت کر دی لیکن مولیٰ عزوجل کے نام پاک میں اثر سے منکر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“[2]

---

(1) جنتی زیور، 576-577

(2) فتاوی رضویہ، 24/207

تعویذات پر شرک کے اشکال کا عام فہم محققانہ جواب

آج کل ایک مخصوص فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ بات بات پر شرک کا فتویٰ جھاڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کو عام طور پر شرک کی تعریف اور اس کا معنی و مفہوم بھی معلوم نہیں ہوتا، بلکہ ان کے پاس کوئی اپنا ہی مخصوص پیمانہ ہے جس پر پرکھ کر کئی جائز امور کو بھی شرک کے پلڑے میں ڈال دیتے ہیں۔ انہی امور میں سے ایک چیز تعویذات بھی ہیں کہ ان میں سے کئی لوگ تعویذات پر شرک کا فتوی لگاتے ہیں۔ حالانکہ یہ قیامت تک اس کو شرک ثابت نہیں کر سکتے۔ ذیل میں شرک کی تعریف و معنی پر گفتگو کے ساتھ تعویذات میں شرک کے اعتراض کا محققانہ جواب بھی ملاحظہ فرمائیں جس سے آپ کو ان کی بے احتیاطی و لاپرواہی اور اندھی تقلید کا اندازہ ہو جائے گا۔

شرک کسے کہتے ہیں؟

شرک کسے کہتے ہیں۔ چنانچہ ”شرح عقائد نسفیہ“ میں ہے: الإشراك: هو إثبات الشريك في الألوهية ووجوب الوجود كما للمجوس، أو بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الأوثان.

ترجمہ: شرک اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور واجب الوجود ہونے میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانے کو کہتے ہیں۔ جیسے مجوسیوں کا عقیدہ ہے۔ یا پھر کسی دوسرے کو لائقِ عبادت سمجھنے کو (شرک کہتے ہیں۔) جیسے بت پرستوں کا عقیدہ ہوتا ہے۔[1]

اسی طرح ”التعریفات الفقهیه“ میں ہے: الشرك: هو إثبات شريك لله تعالى، وهو على أربعة أنحاء: الشرك في الألوهية، والشرك في وجوب الوجود، والشرك في

(1) شرح العقائد النسفیة، ص204

التدبیر، والشرك فی العبادة.

ترجمہ: اللہ پاک کے کسی کو شریک ٹھہرانا شرک کہلاتا ہے۔ اور اس کی چار قسمیں ہیں: الوہیت میں شرک کرنا، واجب الوجود ہونے میں شرک کرنا، تدبیر میں شرک کرنا، عبادت میں شرک کرنا۔(1)

اسی مفہوم کو مزید واضح کرتے ہوئے فتاوی رضویہ میں ہے: "آدمی حقیقۃً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیر خدا کو معبود یا مستقل بالذات وواجب الوجود نہ جانے۔ بعض نصوص میں بعض افعال پر اطلاقِ شرک تشبیہا یا تغلیظا یا بارادہ ومقارنت باعتقاد منافی توحید وامثال ذلک من التاویلات المعروفۃ بین العلماء وارد ہوا جیسے کفر نہیں مگر انکار ضروریات دین اگرچہ ایسی ہی تاویلات سے بعض اعمال پر اطلاق کفر آیا ہے یہاں ہرگز علی الاطلاق شرک وکفر مصطلح علم عقائد کہ آدمی کو اسلام سے خارج کر دیں اور بے توبہ مغفور نہ ہوں زنہار مراد نہیں کہ یہ عقیدہ اجماعیہ اہلِ سنت کے خلاف ہے ہر شرک کفر ہے اور کفر مزیل اسلام۔"(2)

لیکن یہ عوام الناس کو دھوکا دیتے ہیں کہ فلاں حدیث میں تعویذ لٹکانے کو شرک کہا گیا ہے، حالانکہ ماقبل آپ ان حدیثوں کو مع شروحات ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ اس سے مراد زمانہ جاہلیت کے شرک والے تعویذ ہیں، وگرنہ جائز تعویذ اور انہیں فقط لٹکانے میں کیا شرک کی بات ہو سکتی ہے۔ اور یہاں شرک کی تعریف بھی آپ کے سامنے اسی لیے رکھی ہے کہ اس سے مراد اللہ پاک کی الوہیت یا واجب الوجود یا مستحق عبادت

(1) التعریفات الفقہیۃ، ص121

(2) فتاوی رضویہ، 3/23

جاننے میں شرک ہے، اور کسی چیز کو نفع و ضرر کے معاملے میں اپنی ذات میں مستقل مؤثر جاننا شرک ہے، نہ کہ اللہ کے حکم سے اثر کرنے پر شرک کا فتوی جھاڑ دیا جائے۔ ہر مسلمان کا عقیدہ یہی ہے کہ اسباب و آلات میں تاثیر پیدا کرنے والا اللہ پاک ہے۔ جس طرح میڈیکل سٹور سے ملنے والی ادویات شفاء کا ذریعہ و اسباب ہیں تو اسی طرح تعویذات و جھاڑ پھونک بھی شفاء کا سبب ہیں اور دونوں میں شفاء پیدا کرنے والا اللہ ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "مخالفین بیچارے کم علموں کو اکثر دھوکا دیتے ہیں کہ یہ تو زندہ ہیں فلاں عقیدہ یا معاملہ ان سے شرک نہیں، وہ مردہ ہیں ان سے شرک ہے۔ یا یہ تو پاس بیٹھے ہیں ان سے شرک نہیں، وہ دور ہیں ان سے شرک ہے و علی ہذا القیاس طرح طرح کے بیہودہ وسواس، مگر یہ سخت جہالت بے مزہ ہے جو شرک ہے وہ جس کے ساتھ کیا جائے شرک ہی ہوگا، اور ایک کے لیے شرک نہیں تو کسی کے لیے بھی شرک نہیں ہوسکتا، کیا اللہ کے شریک مردے نہیں زندے ہوسکتے ہیں دور کے نہیں ہوسکتے پاس کے ہوسکتے ہیں، انبیاء نہیں ہوسکتے حکیم ہوسکتے ہیں، انسان نہیں ہوسکتے۔ فرشتے ہوسکتے ہیں، حاشاللہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا، تو مثلاً جو بات ندا خواہ کوئی شے جس اعتقاد کے ساتھ کسی پاس بیٹھے ہوئے زندہ آدمی سے شرک نہیں وہ اسی اعتقاد سے کسی دور والے یا مردے بلکہ اینٹ پتھر سے بھی شرک نہیں ہوسکتی، اور جو ان میں سے کسی سے شرک ٹھہرے وہ قطعاً یقیناً تمام عالم سے شرک ہوگی، اس استعانت ہی کو دیکھئے کہ جس معنی پر خدا سے شرک ہے یعنی اسے قادر بالذات و مالک مستقل جان کر مدد مانگنا۔ بہ ایں معنی اگر دفع مرض میں طبیب یا دوا سے استمداد کرے یا

حاجت فقر میں امیر یا بادشاہ کے پاس جائے یا انصاف کرانے کو کسی کچہری میں مقدمہ لڑائے، بلکہ کسی سے روز مرہ کے معمولی کاموں ہی میں مدد لے جو بالیقین تمام مخالفین روزانہ اپنی عورتوں، بچوں، نوکروں سے کرتے کراتے رہتے ہیں، مثلاً یہ کہنا کہ فلاں چیز اٹھادے یا کھانا پکادے، یا پانی پلادے سب شرک قطعی ہے کہ جب یہ جانا کہ اس کام کے کر دینے پر انھیں خود اپنی ذات سے بے عطائے الٰہی قدرت ہے تو صریح کفر اور شرک میں کیا شبہہ رہا، اور جس معنی پر ان سب سے استعانت شرک نہیں یعنی مظہر عون الٰہی وواسطہ وسیلہ وسبب سمجھنا اس معنیٰ پر حضرات انبیاء واولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء سے کیوں شرک ہونے لگی۔"(1)

بدمذہبوں کے امام وپیشوا ابن عبد الوھاب نجدی نے بھی شرک کے علاوہ دموں اور قرآنی تعویذات کا جواز لکھا۔ یہ ان کے متبعین کے لیے خاموش اور مؤثر جواب ہے، جو ہر تعویذ پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

اسی متعلق "کتاب التوحید" میں ابن عبد الوھاب نجدی نے لکھا: "التمائم": شيء يعلق على الأولاد من العين؛ لكن إذا كان المعلّق من القرآن فرخص فيه بعض السلف، وبعضهم لم يرخص فيه، ويجعله من المنهي عنه، منهم ابن مسعود رضی الله عنه.و" الرقى": هي التي تسمى العزائم، وخص منها الدليل ما خلا من الشرك رخص فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم من العين والحمة.

ترجمہ: تمائم (تعویذات) سے مراد وہ چیزیں ہیں جو بچوں کو نظر بد (وغیرہ) سے بچانے کے لیے لٹکائی جاتی ہیں؛ لیکن اگر وہ چیزیں قرآن سے ہوں تو بعض اسلاف نے

(1) فتاوی رضویہ، 21/326-327

اس کی اجازت دی ہے، اور بعض اسلاف نے اسے ممنوع قرار دیا ہے جن میں سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اور الرقی (دم کرنا) یہ وہ دم ہیں جنہیں عزائم کہا جاتا ہے۔ اور ان میں سے وہ دم جائز ہیں جس کی دلیل شرعی نے شرک سے خالی ہونے کی صورت میں اجازت دی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے نظر بد اور زہریلے جانور کے کاٹنے میں علاج کے لیے دم کی رخصت دی ہے۔[1]

لہٰذا، ثابت ہوا کہ جھاڑ پھونک اور تعویذات میں فی نفسہ کوئی غیر شرعی امر نہیں، بلکہ یہ ایک جائز و مباح، بلکہ سنت سے ثابت شدہ عمل ہے۔

جیسا کہ علامہ ابو سعید محمد بن مصطفی نقشبندی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (سال وفات: 1176ھ) لکھتے ہیں: فحاصل الإشكال إن أريد من الرقى ما اعتقد تأثيره من غيره تعالى أو ما لا يعلم معناه فحرام وإلا فندب أو سنة وقد نفيتم ذلك. ونقل عن النووى أن الرقى فى حديث الذين يدخلون الجنة بغيرحساب ما هى من كلام الكفار والمجهولة المعنى. وأما غيرها من الآيات ومفهومة المعانى فسنة ونقل البعض الإجماع على جواز الرقى بها.

ترجمہ: حاصلِ اشکال یہ ہے کہ اگر جھاڑ پھونک میں اللہ پاک کے علاوہ کسی کو مؤثر جانے یا اس کا معنی معلوم نہ ہو (کہ شرک کا احتمال ہے) تو ایسی صورت میں یہ حرام ہے۔ وگرنہ جائز و معلوم دم درود کرنا مستحب یا سنت ہے، حالانکہ آپ نے اس کی نفی کی ہے۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جنت میں بے حساب داخل ہونے والی حدیث میں دم سے کلامِ کفار اور مجہول المعنی والے دم مراد ہیں۔ ان کے علاوہ آیات اور قابلِ فہم معنی والے دم درود سنت ہیں، بلکہ بعض نے ان سے دم کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے۔[2] واللہ اعلم

---

(1) کتاب التوحید، ص29

(2) بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ، 1/ 272

"داداصاحِب کی گھوڑی" پر اعتراضات کا جواب

چند سالوں سے دادا صاحب کی گھوڑی والے پر دم بھی شدید قسم کے اعتراض کئے جارہے ہیں۔ یہ دم امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے مدنی چینل پر بیان فرمایا تھا اور ساتھ ہی آپ نے اس دم سے متعلق شرعی دائرہ کار اور اس کی شرعی حیثیت بھی بیان فرمائی تھی تاکہ کوئی غلط فہمی یا وسوسہ پیدا نہ ہو۔ لیکن تخریب کاروں نے اس میں سے مخصوص حصہ کاٹ کر عوام الناس میں فتنہ اور غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ دم عملیات و وظائف کی مشہور کتاب شمع شبستان رضا میں موجود ہے۔ یہ مکمل دم یوں ہے:

"داداصاحِب کی گھوڑی وُہی اندھیری رات فُلاں کا درد فُلاں جگہ کا جائے یہی لگی مِری آس"

اس دم پر سوشل میڈیا وغیرہ میں بھی کئی پوسٹیں میمز کی شکل میں شئیر کی جارہی ہیں اور اس کے علاوہ بھی کئی لوگوں کے ذہن میں ہے کہ یہ دم کیسے ہو سکتا ہے، حالانکہ ان لوگوں کی تحقیق و ذہنی غلامی کا یہ عالم ہے کہ ان میں سے بہتیرے اس دم کو غلط پڑھتے اور اسے داتا صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کسی تحقیق و مقصد کے بغیر مذاق اڑانے اور غیر شرعی امور سرانجام دینے والے جاہل لوگ عموما اس طرح کی غلطیاں کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اصل ماخذ یا تحقیق کئے بغیر ہی اس طرح کی باتوں کو پھیلاتے رہتے ہیں جن سے عوام کو تشویش و انتشار والی کیفیت میں ڈالا جائے، بہر حال اس دم کے جواز و عدمِ جواز اور دیگر نظائر کے متعلق ذیل میں گفتگو کی جائے گی جس سے واضح ہو جائے گا کہ اس دم میں شرعا کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

جیسا کہ ماقبل آپ جان چکے ہیں کہ کسی بھی دم کی جائز وناجائز ہونے کا مدار شرک ہونے یانہ ہونے پر ہے، علاوہ ازیں مقصد بھی جائز ہونا چاہیے۔دم کا اسمائے باری تعالیٰ، قرآن یا احادیث سے بھی ہونا ضروری نہیں، جیسا مسلم شریف وغیرہ کی حدیث میں نبی علیہ السلام نے زمانہ جاہلیت کے دموں کی اجازت بھی عطا فرمائی۔

علاوہ ازیں احادیث وغیرہ میں واضح طور پر ایسے دم اور عمل موجود ہیں جو قرآن سے نہیں، بلکہ زمانہ جاہلیت کے رائج ہیں، لیکن ان کی اجازت دی گئی ہے۔کیونکہ یہ سب جائز امور تھے اور علاج ومعالجہ کا جائز امور کی قبیل سے مباح وروا ہونا کسی عاقل پر مخفی نہیں، چہ جائیکہ کوئی مسلمان اس میں شک کرے۔بارہا ایسا ہوتا ہے کہ عوامی طور پر ثابت شدہ مجربات اور رائج جائز امور کو برقرار رکھنا مصلحت وحکمت بھی کا تقاضا ہوتا ہے، خصوصاجب کہ وہ نفع بخش بھی ہوں۔لہٰذا، دادا صاحب کی گھوڑی والا دم بھی اسی قبیل سے ہے کہ یہ علماء ومشائخ کے مجربات میں سے ہے جس سے بارہا مریضوں کو شفاء ملتی رہی، بلکہ اب بھی کوئی صدقِ نیت سے یہ پڑھتا ہے تو اس کی برکتوں سے مالا مال ہو گا۔

مزید برآں، دم کے جواز کی جو شرائط بیان ہوئی ہیں تو اس کے مطابق بھی یہ دادا صاحب کی گھوڑی والا دم جائز ہے۔کیونکہ پہلی شرط کے مطابق وہ دم ایسا ہو کہ جو قرآن و حدیث یا مجربات میں سے ہو، تو اس دم کا مجربات علماء ومشائخ سے ہونا ثابت ہے کہ انہی کا بیان کردہ ہے۔دوسری شرط کے مطابق کہ دم یا عربی زبان میں ہو یا اس کے معنی قابلِ فہم ومعلوم ہوں تو اس گھوڑی والے دم کے الفاظ اردو زبان کے قابلِ فہم ومعلوم المعنی ہیں تو یہ شرط بھی پائی جارہی ہے۔تیسری شرط یہ کہ اس دم کو کرنے میں بالذات

تاثیر نہ مانی جائے، بلکہ شفاء من جانب اللہ کا عقیدہ ہو، تو یہ شرط بھی پائی جارہی ہے اور امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کے مکمل کلپ میں اس کی طرف باقاعدہ رہنمائی کی گئی ہے کہ ان الفاظ میں تاثیر پیدا کرنے والی ذات اللہ پاک کی ہے۔ لہٰذا دم کے جواز کی تینوں شرائط کے مطابق بھی دم جائز ہے۔ اور ان شرائط کے ساتھ دم کے جواز پر کئی علماء نے اجماع نقل کیا ہے، تو اس لحاظ سے دادا صاحب کی گھوڑی والا دَم بالاجماع جائز ہے۔ لہٰذا، جو جاہل وہٹ دھرم اس پر تنقید کر رہے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ اپنی اس تنقید کے جواز کے لیے اس دم میں کوئی غیر شرعی بات نکال کر لائیں، وگرنہ انہوں نے جو غیبتیں، دل آزاریاں اور فتنہ پھیلانے والی حرکتیں کی ہیں تو ان سے علی الاعلان توبہ کریں۔

مزید یہ کہ اس دم کے جواز پر کئی دیگر نقلی آثار و دلائل بھی موجود ہیں جن میں سے کچھ کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی دلیل

جس طرح حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نظر بد کے علاج کے لیے دھلائے جانے پر دُھل جانے کا حکم دیا حالانکہ یہ چیز بظاہر سمجھ سے بالاتر ہے مگر یہ طریقہ کار وہاں رائج تھا تو اس میں کوئی حرج نہ تھا۔ حالانکہ اس میں نظر لگانے والا اپنے اعضاء کو پانی کے ایک برتن کے اندر دھوتا یوں یہ سب پانی جمع کر کے مریض پر ڈال دیا جاتا تھا تو اس کو شفاء مل جاتی تھی۔ اب یہ جھاڑ پھونک کا ایک طریقہ تھا جسے نبی علیہ السلام نے جائز قرار دیا، تو اسی طرح وہ دم جو جائز ہو اور آزمودہ ہو کہ اس سے نفع پہنچتا ہو تو اس کے جواز میں کوئی شک نہیں جیسا کہ ماقبل امام ابن حجر عسقلانی

رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بھی گزرا ہے۔

چنانچہ، صحیح مسلم، ابو داود، السنن الکبری للنسائی، السنن الکبری للبیہقی اور الطب النبوی للضیاء المقدسی وغیرہ کتب میں ہے: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: العین حق، ولو کان شیء سابق القدر سبقته العین، وإذا استغسلتم فاغسلوا.

ترجمہ: نبی علیہ السلام فرماتے ہیں: نظر بد حق ہے۔ اگر کوئی چیز تقدیر پر بڑھ سکتی تو نظر بد بڑھ جاتی۔ اور جب تم دھلائے جاؤ تو دھولو۔ (1)

"شرح معانی الآثار" میں ہے: عن أبی أمامة بن سهل بن حنیف قال: مر عامر بن ربیعة علی سهل بن حنیف، وهو یغتسل، فقال سهل: لم أر کالیوم، ولا جلد مخبأة فما لبث أن لبط به فأتی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقیل له: أدرك سهلا صریعا، فقال: "من تتهمون به؟"، فقالوا: عامر، فقال: "علام یقتل أحدکم أخاه؟ إذا رأی ما یعجبه فلیدع بالبرکة"، وأمر عامرا أن یتوضأ له ویغسل وجهه ویدیه ورکبتیه وداخلة إزاره، ویصب علیه ویکفئ الإناء من خلفه.

ترجمہ: حضرت امامہ بن سہل بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ عامر بن ربیعہ، سہل بن حنیف کے پاس سے گزرے جبکہ وہ (اعضائے ستر کو ڈھانپ کر) غسل کر رہے تھے، تو حضرت سہل نے حضرت عامر سے کہا: میں نے آج تک آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا، گویا پردے میں چھپائی کسی کنواری عورت کی جلد ہو۔ پھر کچھ ہی دیر میں حضرت عامر زمین پر گر پڑے (یعنی بے ہوش ہو گئے۔) پس انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں لایا گیا اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! سہل بے ہوش ہو گئے ہیں۔ نبیِ

(1) الامراض او الطب النبوی-الضیاء المقدسی، ص168

کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے پوچھا کہ تمہیں کس کے بارے میں (نظر لگانے) کا شک ہے؟ تو لوگوں نے عرض کی کہ عامر بن ربیعہ پر۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کیوں قتل کرنے کے درپے ہوتا ہے؟ جب کوئی چیز پسندیدہ دیکھے تو برکت کی دعا کر دے۔ پھر نبی علیہ السلام نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو وضو و غسل کا حکم دیا تو انہوں نے اپنا چہرہ، ہاتھ، گھٹنوں اور ازار بند (شلوار) کے اندر کا حصہ دھو دیا، اور پھر سہل پر یہ پانی ان کے پیچھے سے ڈالا گیا۔ اور برتن کو ان کے پیچھے الٹا کر کے رکھ دیا گیا۔ (بعض روایات میں ہے کہ پھر وہ صحت یاب ہو گئے۔)[1]

"نوادر الاصول" میں ہے: وقوله: فإذا استغسلتم فاغسلوا. هكذا جرت السنة أن العاين يتوضأ أو يغتسل ليغسل بتلك الغسالة هذا المعان فيخف ما به وينحل من ثقله كما ينحل صاحب الأخذة من سحره.

ترجمہ: یہ فرمان (جب تم دھلائے جاؤ تو دھو دو) یعنی اس وقت یہی طریقہ رائج تھا کہ نظر لگانے والا وضو یا غسل کرے تا کہ اس پانی سے نظر لگنے والا شخص غسل کرے تو اس سے اس کی تکلیف میں کمی آ جائے اور اس پر سے بوجھ دور ہو جائے جیسا کہ کسی پر جادو کا اثر ہو تو وہ اس کے توڑ سے آزاد ہو جائے۔[2]

وجہِ استدلال

یاد رہے کہ یہاں حدیث میں نماز والا وضو یا مکمل غسل مراد نہیں، بلکہ یہ ایک مخصوص طریقہ تھا جس کی کچھ تفصیل ماقبل حدیث میں گزری اور بقیہ تفصیل دیگر

(1) شرح مشکل الاثار، 7/333

(2) نوادر الاصول فی احادیث الرسول، 3/45

کتب احادیث میں دیکھی جاسکتی ہے جس میں غسالہ کو مریض پر ڈالا جاتا ہے۔ اب یہی عمل اگر کوئی پیر صاحب بیان کر دیں اور یہ نہ بتائیں کہ یہ حدیث میں آیا ہے تو دیکھیں یہ لوگ کیسے کیسے جملے کستے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک جواز و عدمِ جواز کا کوئی شرعی معیار نہیں، بلکہ اندھی تقلید ہے کہ اگر کسی بدمذہب و ملحد نے بھی کوئی جائز بات فتنہ والے انداز سے ان کے ہاتھ میں پکڑا دی تو یہ اس کو بھی لے کر ڈھنڈورا پیٹیں گے۔

لہٰذا جس طرح حدیث میں ذکر کردہ مذکورہ بالا عمل یہ ایک طریقہِ علاج ہے اور مجرب ورائج تھا تو اس کی اجازت دی گئی تو اسی طرح دادا صاحب کی گھوڑی والا دم بھی ایک طریقہ علاج ہے تو اس میں بھی شرعاکوئی حرج نہیں۔

مجربات سے دم کے جواز پر چند تصریحات ائمہ

"تحفة الذاكرين بعدة الحصن الحصين" میں ہے:وفی الحديث دليل على أنها تجوز الرقية بالألفاظ التی لا يعرف معناها إذا حصل التجريب بنفعها وتأثيرها لكن لا بد أن يعرف الراقی أنها ليست من السحر الذی لا يجوز استعماله فإن النبی صلى الله عليه وسلم قد أخبرنا أنها مواثيق كما فی الحديث الأول وأنها مواثيق أخذها سليمان على الهوام.

ترجمہ: حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ تعویذ و جھاڑ پھونک ان الفاظ کے ساتھ جائز ہیں جن کے معنی معلوم نہ ہوں جبکہ ان کا نفع و تاثیر تجربہ سے ثابت ہو، لیکن ضروری ہے کہ دم کرنے والے کو اس کا جادو نہ ہونا معلوم ہو جس کا استعمال جائز نہیں۔ کیونکہ نبی علیہ السلام نے اس بات کی خبر دی ہے کہ یہ وعدے تھے جیسا کہ اول حدیث میں ہے اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کیڑے مکوڑوں سے لیے گئے

وعدے ہیں۔[1]

"بریقه محمودیه فی شرح طریقه محمدیه" میں ہے: قال المحشی الرقی جائز إن لم يشتمل على ما لا يجوز شرعا كالإقسام بغيره تعالى، والألفاظ الغير المفهومة المعانى مثل: آهيا وشراهيا. أقول إن أخذ مثل هذه الألفاظ ممن يثق به كالغزالى وبعض ثقات الصوفية. فالظاهر لا منع حينئذ على حمل اطلاعهم على معناه كما قيل معنى آهيا وشراهيا يا حي يا قيوم كما يقال معنى جبرائيل عبد الله ثم الأمر النبوى آنفا من قوله فليفعل فى جواب الرقى لا أقل من الندب وقد اختص بالطب سابقا وأيضا.

ترجمہ: محشی نے لکھا کہ دم کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ کسی ناجائز امر پر مشتمل نہ ہو جیسا کہ اللہ کے علاوہ کسی کی قسم اٹھانا اور وہ الفاظ بھی معلوم و مفہوم المعنی ہوں: مثلاً آھیاو شر اھیا(اس طرح کے نامعلوم المعنی نہ ہوں۔) میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں: اگر اس طرح کے نامعلوم المعنی والا دم کسی ثقہ (قابلِ اعتماد) شخصیت نے بیان کیا ہو جیسے امام غزالی یا بعض دیگر معتبر صوفیاء، تو ظاہر یہی ہے کہ ان کا استعمال ممنوع نہیں ہو گا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ حضرات ان الفاظ کے معانی سے واقف ہوں جیسے کہا گیا ہے کہ آھیا اور شر اھیا، یہ دونوں حسبِ ترتیب یا حی، یا قیوم کے معنی میں ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ جبرائیل کا معنی عبد اللہ ہے۔ پھر نبی علیہ السلام کا دم کرنے کا حکم دینا کم از کم استحباب کا درجہ رکھتا ہے اور یہ طب کی ایک خاص صورت ہے جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا ہے۔[2]

---

(1) تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین، ص322

(2) بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ وشریعۃ نبویۃ فی سیرۃ احمدیۃ، 1/ 272

کئی علماء نے اس طرح کے مجربات والے تعویذات بیان بھی کئے ہیں جو عملیات کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔ ان میں بھی یہی تفصیل و تفسیر منطبق ہوتی ہے۔

چنانچہ اسی طرح کا ایک تعویذ امام دمیری رحمۃ اللہ علیہ کی "حیاۃ الحیوان الکبری" میں ہے: فمن الرقی النافعة المجربة... و رأیت بخط ابن الصلاح، فی رحلته رقیة للعقرب، قال: ذکر أن الإنسان یرقی بها فلا تلدغه عقرب، وإن أخذها بیده لا تلدغه، وإن لدغته لا تضره. وهی بسم الله وبالله وبسم جبریل ومیکائیل کازم کازم ویزازم فتیزإلی مرن إلی مرن یشتامر ایشتامر اهوذا هوذا هی لمظا أنا الراق والله الشافی.

ترجمہ: پس ان نافع اور آزمودہ دموں میں سے ایک دم یہ بھی ہے: جسے میں نے ابن الصلاح کے سفر نامے میں انہی کے ہاتھ سے لکھا ہوا دیکھا جس میں یہ ذکر تھا کہ جو یہ دم پڑھے تو اسے بچھو نہیں کاٹے گا، اگر بچھو کو ہاتھ سے پکڑے تب بھی نہیں کاٹے گا، اور اگر کاٹ بھی لے تو نقصان نہیں دے گا۔ اور وہ دم یہ ہے:

بسم اللہ و باللہ و بسم جبریل و میکائیل کازم کازم ویزازم فتیزالی مرن یشتا مر ایشتا مرا ھوذا ھی لمظا انا الراق واللہ الشافی۔(1)

دوسری دلیل

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بھی ایسے دم منقول ہیں جن کا معنی معلوم نہیں، اور وہ زمانہ جاہلیت بلکہ اس سے بھی ماقبل سے چلتے آرہے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کی اجازت عطا فرمائی۔

---

(1) حیاۃ الحیوان الکبری، 2/191

چنانچہ ”نوادر الأصول فی أحادیث الرسول“ میں ہے:وعن جابر رضی اللہ عنہ کان بالمدینة رجل یکنی أبا مذکر یرقی من العقرب ینفع اللہ بہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا أبا مذکر ما رقیتك ھذہ اعرضھا علی فقال ابو مذکر شجة قرینة ملحة بحر قغطی فقال علیہ السلام لا بأس بہا إنما ھی مواثیق أخذھا سلیمان بن داود علیہ السلام علی الھوام وھذہ لغة حمیر.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ میں ایک شخص جس کی کنیت ابو مذکر تھی وہ بچھو کے کاٹنے سے دم کیا کرتا تھا جس سے اللہ پاک شفاء عطا فرماتا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو مذکر! آپ کے پاس کیا دم ہے؟ مجھے بھی بتاؤ۔ اس پر ابو مذکر نے کہا کہ وہ دم یہ ہے: ”شجة قرینة ملحة بحر قغطی “تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کیڑے مکوڑوں سے لیے ہوئے وعدے ہیں، اور یہ حمیر کی لغت (ایک قدیم زبان) کے الفاظ ہیں۔ (1)

اسی طرح ”الطب النبوی لأبی نعیم الأصفھانی“ میں ہے:عَن جابر قال: کان بالمدینة رجل یکنی أبا مذکور یرقی من العقرب فینفع اللہ بہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا أبا مذکور ما رقیتك ھذہ؟ اعرضھا علی فقال أبو مذکور: شجة قرنیة ملحة بحر فقفًا، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إنہ لا بأس بہا إنما ھذہ مواثیق أخذھا سلیمان بن داود علی الھوام. قال محمد بن إسحاق: زادلی فی ھذہ الرقیة رجل: شجة قرنیة ملحة فقفطا وقطیفة موسی مسھا والمسیح یلبسھا ﴿وَمَا لَنَآ

(1) نوادر الاصول فی احادیث الرسول، 1/406

اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ(۱۲)﴾قال محمد بن إسحاق: قرأت ما لا أحصى هذه الرقية على عقرب فوقفت.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ میں ایک شخص جس کی کنیت ابو مذکر تھی وہ بچھو کے کاٹنے سے دم کیا کرتا تھا جس سے اللہ پاک شفاء عطا فرماتا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو مذکر! آپ کے پاس کیا دم ہے؟ مجھے بھی بتاؤ۔ اس پر ابو مذکر نے کہا کہ وہ دم یہ ہے: "شجة قرنية ملحة بحر قغطى "تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کیڑے مکوڑوں سے لیے ہوئے وعدے ہیں۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں: ایک شخص نے میرے لیے دم میں یہ اضافہ کیا: شجة قرنية ملحة فقطا وقطيفة موسى مسها والمسيح يلبسها ﴿وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ(۱۲)﴾ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے اس دم کو بے شمار مرتبہ بچھو پر پڑھا تو اس کا اثر رک گیا۔[1]

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: عن إبراهيم، قال: "رقية العقرب: شحة قرنية ملحة بحر معطا"

ترجمہ: بچھو کا دم: "شحة قرنية ملحة بحر معطا۔"[2]

"المهيا فی كشف اسرار المؤطا" میں ہے: مواثيق الجن بسم الله شبحة قرنية ملحة بجد قفط قال الجزری: هذه كلمات لا يعلم معناها بقرائة كما وردت"

(1) الطب النبوی لابی نعیم الاصفہانی، 2/555
(2) مصنف ابن ابی شیبۃ، 5/44 ت الحوت

ترجمہ: جنات سے لیے گئے عہد عہد و پیمان: ”شبحة قرينة ملحة بجد“ امام جزری فرماتے ہیں: یہ ایسے کلمات ہیں جن کے معانی معلوم نہیں ہیں۔ ان کو ویسے ہی پڑھا جائے جیسے یہ نقل ہوئے ہیں۔[1]

ماثورہ دم کے نامعلوم معنیٰ ہونے کا ثبوت

مذکورہ بالا احادیث میں جس دم کا ذکر کیا گیا ہے تو اس کے معانی بھی معلوم نہیں ہیں، جیسا کہ متعدد علماء نے اس کی تصریح کی ہے مگر یہ جائز ہیں کہ یہ نبی علیہ السلام کی زبان مبارک سے اجازت شدہ ہیں۔

”مجمع بحار الأنوار“ میں ہے: ”شجة“ قرنية، هو بفتح شين معجمة وتشديد جيم، وقرنية بفتح قاف وراء ونون، وملحة بكسر ميم وسكون لام وبحاء مهملة، وقفطي بفتح قاف وسكون فاء وبطاء مهملة بوزن فعلى، هذه كلمات لا يعلم معناها، يرقى بها كما وردت.

ترجمہ: ”شجة قرنية“-شجة شین معجمہ (نقطے والی) کے زبر اور جیم کی تشدید کے ساتھ، اور قرنیۃ قاف، راء اور نون کے زبر کے ساتھ، اور ملحۃ میم کی زیر، لام کی جزم اور حا مہملہ (بغیر نقطہ والی) کے ساتھ، اور قفطی قاف کے زبر، فاء کی جزم اور طاء مہملہ (بغیر نقطہ والی) کے ساتھ فعلی کے وزن پر ہے۔ یہ وہ کلمات ہیں جن کا معانی معلوم نہیں، بلکہ انہیں ویسے ہی پڑھا جاتا ہے جیسے یہ وارد ہوئے ہیں۔[2]

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: إنما هي من مواثيق الجن بسم الله شجة قرنية

---

(1) المهیافی کشف اسرار الموطا، 4/204
(2) مجمع بحار الانوار، 5/485

ملحة بحر قفطا، أما ألفاظها فكما ضبطناه بالقلم على ما سمعنا من أفواه المشايخ ورأيناه بخطوطهم، وأما معانيها فلا تعرف صرح به العلماء، لكنها لما كانت معروضة لديه صلى الله عليه وسلم جاز أن يرقى بها.

ترجمہ: یہ محض جنات سے لیے گئے وعدے ہیں، "بسم الله شجة قرنية ملحة بحر قفطا" اس کے الفاظ ویسے ہی ہیں جیسے ہم نے قلم سے لکھ دیئے اور ایسا ہی ہم نے بزرگان دین کے منہ سے سنا ہے، اور ایسے ہی ان کو لکھا دیکھا ہے۔ جہاں تک اس کے معانی کا تعلق ہے تو وہ معلوم نہیں ہیں جیسا کہ علماء نے صراحت کی ہے۔ لیکن جب یہ نبی علیہ السلام پر پیش کر دیئے گئے ہیں تو ان سے دم کرنا جائز ہے۔[1]

تنبیہ

یاد رہے کہ یہاں بعض روایتوں میں دم کے ساتھ شروع میں "بسم اللہ" کے الفاظ ہیں، اور کئی روایتوں میں یہ الفاظ نہیں، بلکہ آگے والا دم ہی ہے، تو اس میں تطبیق یہ ہے کہ پہلے زمانہ جاہلیت میں اس دم کے ساتھ بسم اللہ نہ ہوتی ہوگی کہ اس وقت یہ رائج ہی نہ تھی، بلکہ اس کا حکم اسلام کے ظہور کے بعد ہوا، اس سے قبل وہ لوگ باسمك اللهم وغیرہ کے الفاظ کہتے تھے، اور یہ دم زمانہ جاہلیت کا ہے تو اس اعتبار سے ظاہر یہی ہے کہ اس میں بسم اللہ کا اضافہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ان کے مابعد نے کیا ہے۔ بہر حال اس کا جواز و ثبوت دونوں صورتوں میں موجود ہے۔

محلِ استدلال

اس دم کے الفاظ کو دیکھیے کہ کیسے نامانوس ہیں کہ اگر موجودہ دور کے عقل سے

(1) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، 7/2868

پیدل اور ہٹ دھرم جہلاء انہیں دیکھ لیں تو اس کا انکار کر بیٹھیں حالانکہ یہ جائز دم ہیں۔ لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ یہ دم قرآنی آیت یا دعا یا اذکار وغیرہ پر مشتمل نہیں، بلکہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جنات سے لیے گئے عہد ہیں، حالانکہ انہوں نے ان الفاظ کو بطورِ دم نہیں بتایا، بلکہ جنات سے عہد وپیمان لیا اور بظاہر یہ اطاعت و فرمانبرداری کے عہد ہوں گے کہ یہ ان کی اتباع کریں گے، مگر ان کے بعد کے صالحین و پیروکاروں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ان لفاظ کو باعثِ برکت جانا اور ان کے ذریعہ شفاء چاہی تو جس طرح اللہ پاک نے انبیاء کے اقوال و افعال میں برکت رکھی ہے کہ اگر ان سے شفاء و برکت حاصل کی جائے تو اللہ عطا فرما دیتا ہے تو اسی طرح "دادا صاحب کی گھوڑی" وغیرہ دم بھی بزرگوں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں جو بارگاہِ خداوندی میں قبول ہو گئے کہ وہ ان کے ذریعہ لوگوں کا شفاء عطا فرماتا ہے۔ لہٰذا، جس طرح اس دم میں کوئی حرج نہیں ہے تو اسی طرح دادا صاحب کی گھوڑی والے دم میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

کیا دم فقط قرآن و حدیث سے ہی کیا جا سکتا ہے؟

مزید بر آں، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دم صرف قرآن و حدیث سے کیا جائے تو ان کو مسلم شریف کی ماقبل ذکر کردہ اور مذکورہ بالا روایت دکھانی چاہیے کہ کیسے حضور علیہ السلام نے مطلق طور پر دم کا جواز ارشاد فرمایا ہے، اور حدیث سے ثابت شدہ یہ دم ایسے لوگوں کے لیے بھاری جواب ہے کہ جب اس زمانہ جاہلیت کے دم کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے سوال ہوا تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو، بلکہ قرآن و حدیث سے دم کرو، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اس کی اجازت دی، بلکہ اس

پر احادیث موجود ہیں کہ نہ صرف اجازت بلکہ اسی زمانہ جاہلیت کے دموں کو کرنے کی ترغیب ارشاد فرمائی کہ جیسے ممکن ہو لوگوں کو نفع پہنچاؤ۔

"اتحاف الخیرة المهرة بزوائد المسانید العشرة" میں ہے:عن جابر قال:

"کان خالی یرقی، فعرض علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ کیت وکیت، ورغبہ"

ترجمہ: حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ میرے ماموں (زمانہ جاہلیت میں) دم کیا کرتے تھے تو انہوں نے اپنا دم نبی علیہ السلام پر پیش کیا تو نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا: یوں یوں کرو اور ان کو (دم کرنے پر) ترغیب دلائی۔[1]

لہٰذا ایسے لوگوں کو اپنے اس جاہلانہ اعتراض سے باز آجانا چاہیے، بلکہ توبہ کرنی چاہیے کہ بارہا وہ اس کو لزوم ثابت کرتے ہیں جبکہ وہ مضامینِ احادیث کے صریح خلاف ہے۔ تاہم اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن وحدیث کے دم افضل و اعلیٰ ہیں مگر ان کے غیر سے بھی منع نہیں۔

تیسری دلیل

اسلاف میں بھی یہ رائج تھا کہ وہ قرآن وحدیث کے علاوہ دموں سے بھی روحانی علاج کرتے تھے۔ اور یہ ان کے مجربات سے تھا کہ وہ کوئی دم کر دیتے تھے تو بسا اوقات وہ قبولیتِ عامہ پا جاتے تھے جو مابعد میں رائج ہو جاتے تھے۔ اس طرح کے کئی دم کتابوں میں موجود ہے۔ یہاں ذیل میں امام عارف باللہ ابو عبد اللہ سعید بن برید التمیمی النباجی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد) کا ایک دم ملاحظہ

(1) اتحاف الخیرة المهرة بزوائد المسانید العشرة، 4/467

فرمائیے کہ یہ بزرگ مستجاب الدعوات تھے اور ان کی کرامتیں بھی مشہور تھیں۔ جب انہوں نے دم کیا تو وہ دم مکمل قرآنی یا حدیثی نہیں تھا، بلکہ کئی بظاہر نا قابلِ فہم الفاظ بھی تھے، مگر اس دم کو متعدد آئمہ و محدثین کرام نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے کہ اس سے روحانی علاج کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ، تاریخ دمشق لابن عساکر، حلیۃ الاولیاء، تاریخ الاسلام للذہبی، المواھب اللدنیہ، فیض القدیر اور بریقہ محمودیہ وغیرہ کثیر کتب میں ہے: كان أبو عبد الله النباجي مجاب الدعوة وله آيات وكرامات بينما هو في بعض أسفاره إما حاجا وإما غازيا على ناقة وكان في الرفقة رجل عائن قل ما نظر إلى شيء إلا أتلفه وأسقطه وكانت ناقة أبي عبد الله ناقة فارهة فقيل له احفظها من العائن فقال أبو عبد الله ليس له إلى ناقتي سبيل فأخبر العائن بقوله فتحين غيبة أبي عبد الله فجاء إلى رحلة فعان ناقته فاضطربت ناقته وسقطت تضطرب فأتى أبو عبد الله فقيل له إن العائن قد عان ناقتك وهي كما تراها تضطرب فقال دلوني على العائن فدل عليه فوقف عليه وقال بسم الله حبس حابس وحجر يابس وشهاب قابس رددت عين العائن عليه وعلى أحب الناس إليه في كلوبته رشيق وفي ماله يليق "فارجع البصر هل ترى من فطور ثم ارجع البصر كرتين ينقلب إليك البصر خاسئا وهو حسير" فخرجت حدقتا العائن وقامت الناقة لا بأس بها.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ النباجی رحمۃ اللہ علیہ مستجاب الدعوات بزرگ تھے، ان کی کئی کرامات و نشانیاں تھیں۔ ایک مرتبہ وہ حج یا جہاد کے سفر میں اونٹنی پر سوار تھے، اس سفر میں ایک شخص (عائن) نظر لگانے والا تھا۔ وہ جب کسی چیز کو دیکھتا تو نقصان پہنچا

دیتا یا گرادیتا۔ امام ابو عبد اللہ کی اونٹنی کافی خوبصورت اور چُست تھی، لوگوں نے ان سے کہا: اپنی اونٹنی کو اس نظر لگانے والے سے بچاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کا میری اونٹنی پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔ جب یہ بات اس عائن کو پتہ چلی تو اس نے موقع پاکر، جب آپ رحمۃ اللہ علیہ موجود نہ تھے تو ان کی اونٹنی کو نظر لگادی جس سے وہ کانپنے لگی اور زمین پر گر کر تڑپنے لگی۔ جب امام ابو عبد اللہ آئے تو لوگوں نے انہیں بتایا کہ عائن نے آپ کی اونٹنی کو نظر لگائی ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں وہ تڑپ رہی ہے۔ انہوں نے کہا: مجھے اس عائن کے پاس لے چلو۔ جب وہ اس کے پاس پہنچے تو اس سے مخاطب ہو کر کہا:

بسم اللہ حبس حابس وحجر یابس وشھاب قابس رددت عین العائن علیه وعلی أحب الناس إلیه فی کلوبته رشیق وفی ماله یلیق "فارجع البصر هل تری من فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب إلیك البصر خاسئا وھو حسیر" اس کو پڑھنے کے بعد عائن (نظر لگانے والے) کی دونوں آنکھیں باہر نکل آئیں اور ابو عبد اللہ کی اونٹنی فورا کھڑی ہو گئی اس کو کچھ بھی نہ ہوا۔ (1)

نظرِ بد کے اسی طریقہ علاج کو ابن قیم نے بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ، "زاد المعاد" اور "الطب النبوی لابن القیم" میں ہے: ومن الرقی التی ترد العین ما ذکر عن أبی عبد الله الساجی، أنه کان فی بعض أسفاره للحج أو الغزو علی ناقة فارهة، وکان فی الرفقة رجل عائن قلما نظر إلی شیء إلا أتلفه، فقیل لأبی عبد الله: احفظ ناقتك من العائن، فقال لیس له إلی ناقتی سبیل، فأخبر العائن بقوله، فتحین غیبة أبی عبد الله، فجاء

(1) تاریخ دمشق لابن عساکر، 21/21

إلى رحله، فنظر إلى الناقة، فاضطربت وسقطت، فجاء أبو عبد الله، فأخبر أن العائن قد عانها، وهي كما ترى، فقال دلوني عليه، فدل، فوقف عليه، وقال بسم الله، حبس طبس، وحجر ياس، وشهاب قابس، رددت عين العائن عليه، وعلى أحب الناس إليه، فارجع البصر هل ترى من فطور، ثم ارجع البصر كرتين ينقلب إليك البصر خاسئا وهو حسير فخرجت حدقتا العائن، وقامت الناقة لا بأس بها.

ترجمہ: وہ دم جن سے نظر بد کو دور کیا جاتا ہے، ان میں سے ایک وہ ہے جو حضرت ابو عبد اللہ الساجی سے ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ حج یا جہاد کے سفر میں اونٹنی پر سوار تھے، اس سفر میں ایک شخص (عائن) نظر لگانے والا تھا۔ وہ جب کسی چیز کو دیکھتا تو نقصان پہنچا دیتا یا گرا دیتا۔ امام ابو عبد اللہ کی اونٹنی کافی خوبصورت اور چُست تھی۔ تو لوگوں نے ان سے کہا: اپنی اونٹنی کو اس نظر لگانے والے سے بچاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کا میری اونٹنی پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔ جب یہ بات اس عائن کو پتہ چلی، تو اس نے موقع پا کر، جب آپ رحمۃ اللہ علیہ موجود نہ تھے تو ان کی اونٹنی کو نظر لگا دی جس سے وہ کانپنے لگی اور زمین پر گر کر تڑپنے لگی۔ جب امام ابو عبد اللہ آئے تو لوگوں نے انہیں بتایا کہ عائن نے آپ کی اونٹنی کو نظر لگائی ہے اور وہ تڑپ رہی ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: مجھے اس عائن کے پاس لے چلو۔ جب وہ اس کے پاس پہنچے تو اس سے مخاطب ہو کر کہا:

بسم اللہ حبس حابس وحجر یابس وشهاب قابس رددت عين العائن عليه وعلى أحب الناس إليه في كلوبته رشيق وفي ماله يليق "فارجع البصر هل ترى من فطور ثم ارجع البصر كرتين ينقلب إليك البصر خاسئا وهو حسير" اس کو پڑھنے کے

بعد عائن کی دونوں آنکھیں باہر نکل آئیں اور ابو عبد اللہ کی اونٹنی فورا کھڑی ہو گئی اور اس کو کچھ بھی نہ ہوا۔[1]

لہٰذا امام وہابیہ ابن قیم کے متبعین کو چاہیے کہ وہ اپنے امام کی ہی مان لیں، وگرنہ پھر ایسے مقتداء کی امامت کا انکار کریں، بلکہ ان پر بھی ویسا ہی استہزاء و شرک و گمراہی اور بدعت کا فتوی لگائیں جیسا انہوں نے دادا صاحب کی گھوڑی کا دم بتانے والے بزرگوں اور ان کے متبعین کے متعلق کہا ہے، وگرنہ اپنے ان الزاموں سے توبہ کریں۔

لہٰذا اس تفصیل کے بعد یہ جان لیں کہ اس طرح کے امور جو رائج و مجرب اور آزمودہ ہوں تو ان کو ناجائز یا ممنوع یا حرام یا شرک کہنے کی کوئی تُک نہیں بنتی، بلکہ ایسے لوگ جو اس طرح کا دعوی کریں تو اہلِ سنت کی عوام ان سے یہ سوال کرے کہ ہماری دلیل مسلم شریف کی حدیث ہے کہ شرک کے سواء ہر دم جائز ہے، تم لوگ بتاؤ کہ کس حدیث میں آیا ہے کہ قرآن یا حدیث سے منقول دم کے علاوہ دم نہیں کر سکتے۔

رسالہ میں کی گئی گفتگو کا خلاصہ

(1) تعویذات و دم درود کا تعلق روحانی علاج سے ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق اور شرعی اصولوں سے ہم آہنگ ہے۔ لہٰذا، اس میں اصلا کوئی حرج نہیں۔

(2) یہ طریقہ قرآن، احادیث، آثارِ صحابہ و تابعین اور اقوالِ سلف صالحین سے ثابت ہے۔

(3) احادیث میں تعویذات لٹکانے کی ممانعت اور اس پر شرک کا حکم، زمانہ

(1) الطب النبوی لابن القیم، ص129

جاہلیت کے شرکیہ یا مؤثر بالذات ماننے سے متعلق ہے۔ کیونکہ ان دو امور کے علاوہ تعویذ کو محض لٹکانا کوئی شرکیہ عمل نہیں، بلکہ یہ جائز عمل ہے۔

(4) نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے جھاڑ پھونک کی مطلق اجازت دی ہے خواہ وہ قرآن سے ہوں یا کسی دوسری زبان کے الفاظ سے یا کسی مجربات کلمات سے ہوں۔

(5) جس طرح قرآن و حدیث سے دم کرنا، تعویذ لکھنا جائز ہے تو اسی طرح مجربات کلمات سے بھی دم و تعویذ کرنا جائز ہے جس کی براہِ راست احادیث و آثار میں اجازت موجود ہے۔

(6) ایسے دم جن کا معنیٰ معلوم نہ ہو تو ان سے بچنے کا حکم ہے کہ کہیں اس میں کوئی غیر شرعی بات نہ ہو۔

(7) جو دم معتمد مشائخ و اولیاء سے نقل ہوئے ہوں تو اگرچہ معنی کا علم نہ ہو تو اس سے دم کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے جب اس کا معنی درست تھا تبھی انہوں نے یہ آگے منتقل کیا۔

(8) قرآن وحدیث کے دموں اور تعویذات سے علاج کرنا افضل ہے، مگر دیگر سے بھی کوئی ممانعت نہیں بشرطیکہ غیر شرعی الفاظ پر مشتمل نہ ہوں۔

(9) دم کرکے لوگوں کو نفع پہنچانے کا خود نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا ہے۔ لہٰذا، یہ جائز و مستحب امر ہے، تو اس سے وابستہ لوگوں کو اس فرمانِ نبوی پر عمل کرنے کی نیت بھی کرنی چاہیے۔

(10) عوام الناس کو جائز قسم کے دم درود، جھاڑ پھونک اور تعویذات سے خوب برکتیں لینی چاہیے، مگر یہ خوب یاد رہے کہ کسی بدمذہب یا گمراہ شخص سے بحث و

مباحثہ نہ کریں، بلکہ اس کو "سلام" کہہ کر آگے نکل جائیں یا ایسے شخص کو اہل سنت کے کسی مفتی صاحب کے پاس لے جائیں تا کہ وہ ممکنہ اصلاح کر سکیں۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں شرف قبولیت عطا فرما کر، اسے امتِ مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے لیے نفع مند بنائے، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

سید کامران عطاری مدنی
کے چند مزید رسالے

1 63 حکایات و واقعات 2 تہجد گزاروں کے واقعات 3 ارشاداتِ اعلیٰ حضرت
4 تفسیر صراط الجنان سے ماخوذ حکایات و واقعات
5 تفسیر صراط الجنان سے ماخوذ فتاوی رضویہ کی عبارات
6 آیتِ درود اور شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
7 لقمۂ حرام کی تباہ کاریاں 8 حضرت حاتم اصم کے واقعات 9 فضائلِ درودِ پاک
10 عقلمندوں کے لیے نصیحتوں کے مدنی پھول 11 حکایاتِ احیاء العلوم
12 کثرت سے مطالعہ کرنے والے بزرگوں کے واقعات
13 علمِ غیبِ مصطفیٰ قرآنی آیات و تفاسیر کی روشنی میں
14 آیاتِ احکام ماخوذ از تفسیر صراط الجنان 15 حکایاتِ روح البیان
16 حیاتِ انبیاء پر عمدہ دلائل 17 سود کی تباہ کاریاں
18 امام اعظم کی ذہانت کے 200 واقعات 19 صفر کا مہینہ ہرگز منحوس نہیں
20 اخلاقِ مصطفیٰ قرآن کی روشنی میں 21 حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی ۱۱۱ نصیحتیں
22 شانِ ولی 23 زبان کی آفات 24 خدمتِ والدین کا صلہ 25 توسل پر عمدہ دلائل
26 عدمِ سایۂ مصطفیٰ پر عمدہ دلائل 27 قیلولہ اور سائنس 28 حفظِ قرآن کے فضائل
29 عاشقانِ رسول کی قبریں 30 امام احمد بن حنبل اور معمولاتِ اہلسنت
31 ساری کثرت پاتے یہ ہیں 32 رشوت کی تباہ کاریاں 33 احادیثِ قدسیہ کے انوار
34 تخریج احادیثِ فیضانِ سنّت 35 نابالغ بچوں کے احکام و مسائل
36 شانِ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ 37 مختلف حکایات و واقعات
38 فحش وڈیوز دیکھنے کا عبرتناک انجام 39 دیُّوث کون؟ 40 فتنۂ دجّال
41 مَائِلَاتٌ مُمِیْلَاتٌ کون؟ 42 امام بخاری علیہ الرحمہ اور معمولاتِ اہلسنت
43 امام مسلم علیہ الرحمہ اور معمولاتِ اہلسنت
44 سخاوتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قرآن و حدیث کی روشنی میں 45 کالے جادو کا علاج
46 تعویذ پہننا شرک نہیں

ان شاء اللہ عنقریب آنے والے رسالوں کے نام

1 حدیثِ غدیر اور حدیثِ منزلت کی شرعی حیثیت
2 مسئلہ سماعِ موتی پر علمی و تحقیقی گفتگو
3 تلخیص رسالہ حیات الموات فی بیان سماع الاموات
4 تلخیص رسالہ الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلا
5 تلخیص رسالہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین